# نصیحۃ المسلمین

مؤلفہ

مولانا خرم علی بلہوری

(المتوفی ۱۲۷۳ھ)

مرتبہ

مولانا محمد عبدالحلیم چشتی

ناشر

نور محمد کارخانہ تجارتِ کتب آرام باغ کراچی

# فہرست فصول و فوائدِ کتاب

# بسم اللہ الرحمن الرحیم

"نصیحۃ المسلمین" مولانا خرم علی بلہوری (المتوفی ۱۲۷۳ھ) کی نہایت مشہور اور مقبول تصنیف ہے۔ اور وہ کتاب ہے جس نے شرک و بدعت کا قلع قمع کیا۔ نکھری ہوئی توحید کی دعوت دی، لاکھوں انسانوں کو کتاب و سنت کا سچا پیرو بنایا، اور توحید کی امانت کو سینوں کی گہرائیوں میں اُتارا ہے۔

"نصیحۃ المسلمین" کی زبان اگرچہ سادہ اور سلیس ہے مگر اس کو تالیف ہوئے آج ایک سو تیس برس گذر چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جا بجا ترتیبِ الفاظ اور جملوں کی ساخت میں قدامت کا رنگ جھلکتا ہے۔ جس نے اس دور میں اس کی افادیت کو محدود کر دیا تھا۔ ہم نے اس کی افادیت کے پیشِ نظر زبان کو نئے قالب میں ڈھالا ہے۔ مگر کہیں بیجا تصرف نہیں کیا۔ جہاں تک ہو سکا مؤلف ہی کے الفاظ کو عبارت میں قائم رکھا ہے۔

قارئین کی سہولت کے لئے مسلسل عبارت کو پیراگرافوں میں تقسیم کیا۔ ذیلی عنوانات قائم کئے اور تشریح طلب امور کی فوائد میں وضاحت کی ہے۔ جہاں قابلِ ذکر نام آئے ہیں وہاں ان لوگوں کے مختصر سوانح بھی فوائد میں بیان کر دیئے ہیں۔

مولانا خرم علیؒ کی نظم پر حکیم عبد الودود نسرین نے مسدس کہا تھا۔ وہ بھی آخر میں شامل کر دیا گیا ہے۔

آج جب کہ دین سے بُعد ہوتا جا رہا ہے اور اسلامی تعلیمات سے بیگانگی بڑھتی جا رہی ہے اس کتاب کا پڑھنا بالخصوص بچوں اور خواتین کو پڑھانا دین و دنیا کی کامرانی اور ایمان کی سلامتی کا باعث ہے۔

محمد عبد الحلیم چشتی

۱۵ ر جمادی الآخرہ ۱۳۷۶ھ

۷۸۶

سبحان اللہ تیری کیا شان ہی کہ بغیر دوسرے کی مدد کے اتنے بڑے آسمان اور زمین کو کس خوب صورتی کے ساتھ پیدا کیا۔ اور کسی نبی اور ولی کو اپنے کارخانے میں کچھ اختیار نہیں دیا۔ الٰہی تیرے احسان کا ہزار ہزار شکر کہ تو نے ہم کو قرآن اور حدیث سے اپنی توحید کو سمجھایا۔ اور شرک کی آفت سے جس میں ایک عالم پھنسا ہوا ہے تو نے محض اپنے کرم سے ہم کو بچایا۔ اور جناب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیدھی راہ پر چلایا۔

الٰہی ہمارے اس نبی مقبول پر درود اور رحمت بھیج کہ جو اس کی راہ پر چلا اس نے اپنے واسطے دوزخ سے پناہ لی۔ اور جو اپنے باپ دادا کی راہ پر جہالت سے اڑا رہا۔ اور اس کی حدیث کو نہ مانا اس نے اپنی عاقبت تباہ کی۔ اور اس کی آلِ پاکؓ پر رحمت بھیج جو تیرے ہی حکم کے تابعدار رہی ہے۔ یہاں تک کہ اپنی جان تیری راہ میں قربان کردی۔ اور اس کے نیک اصحابؓ پر جنھوں نے شرک چھوڑ کر لاکھوں خلقت کو مسلمان کیا ہے۔

یہ واضح رہی کہ اب ہندوستان میں ایک عجیب بلا پھیل گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ امتِ مسلمہ میں بہت سے لوگ شرک میں گرفتار ہیں۔ اور اکثر بیچارے مسلمان تو لاعلمی اور ناواقفی کے سبب سے اس میں مبتلا ہیں۔ اس واسطے بندۂ عاجز خرم علی کے دل میں آیا کہ اس شرک کی بُرائی قرآن شریف سے ثابت کی جائے اور ہر آیت کا ترجمہ ہندی (اردو) زبان میں صاف صاف بیان کیا جائے تاکہ ہر ایک کو فائدہ ہو اور جو مسلمان بخوبی عربی زبان نہیں جانتے ہیں اس کو سمجھ کر شرک کی آفت سے بچیں اور اپنے پیغمبرؐ کا راستہ اختیار کریں۔ اور جو لوگ اس کو بھی نہ سمجھیں اور نہ مانیں تو وہ جانیں۔ قبر میں خود ہی معلوم ہو جائے گا۔

## سالِ تصنیف:

الحمدللہ کہ سن بارہ سو اڑتیس (۱۲۳۸ھ) ہجری میں یہ رسالہ تیار ہوا۔ اور اس کا نام "نصیحۃ المسلمین" رکھا۔ اور اس کا سارا مطلب پانچ فصلوں میں بیان کیا:۔

پہلی فصل میں اس کا بیان ہے کہ شرک کس کو کہتے ہیں۔

دوسری فصل میں شرک کرنے والوں کی حماقت کا بیان۔

تیسری فصل میں ان چیزوں کا بیان ہے کہ جو اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے خاص کر لی ہیں اور دوسرے کو کرنا درست نہیں۔

چوتھی فصل میں رسوماتِ شرک کا ذکر ہے۔

پانچویں فصل میں شرک کی برائی اور شرک کرنے کی سزا کا بیان ہے۔

الٰہی ہم پر اور ہمارے بھائی مسلمانوں پر ایسا کرم کر کہ ہر چیز کا تجھ ہی کو مالک اور مختار سمجھیں اور اس کتاب کو سمجھ کر تیرے سوا کسی سے حاجت نہ مانگیں۔ اِنَّكَ مُجِيْبُ الدَّعَوَاتِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ط

# پہلی فصل

**شرک کس کو کہتے ہیں** توحید اردو زبان میں ایک جاننے کو کہتے ہیں اور شرک شریک کرنے کو کہتے ہیں۔ اوّل مسلمان پر یہی فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو جانے، اور شرک سے بچے۔ توحید اس کا نام نہیں ہے کہ خدا کو زبان سے ایک کہا جائے اور اپنی حاجتوں اور مرادوں کے واسطے پیغمبر اور پیروں کی نذریں مانی جائیں۔ اسی کا نام تو شرک ہے۔ بلکہ توحید کے معنی یہ ہیں کہ بس اللہ ہی کو ہر چیز کا مالک اور مختار جانیں۔ اور یہ سمجھیں کہ اس کے سوا پیر ہوں یا پیغمبر، فرشتے ہوں یا شہید کسی کو اس کے کارخانے میں کچھ اختیار نہیں۔ سب اس کے سامنے عاجز اور بے اختیار ہیں۔

**شرک کے معنی** شرک اس کا نام نہیں کہ اللہ کے سوا آسمان اور زمین کا مالک کسی اور کو جانیں۔ یہ تو کوئی مشرک اور کافر بھی نہیں کہتا۔ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ بلکہ شرک کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے جو بہت سی چیزیں اپنے واسطے خاص کر لی ہیں ان میں کسی دوسرے کو بھی ملانا جیسے :-

مینہ برسانا۔

رزق کا دینا۔

بیمار کا اچھا کرنا۔

آفتوں اور بلاؤں سے بچانا

اولاد کا دینا۔
غیب کی بات جاننا۔
ہر جگہ حاضر و ناظر رہنا۔
لوگوں کی مدد کرنا۔
زندہ کرنا۔
مارنا۔

یہ سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ ان میں کسی دوسرے کا بھی اختیار سمجھنا بس یہی شرک ہے جس کے مٹانے کے واسطے قرآن شریف اُتارا گیا اور پیغمبرِ خدا نے کافروں سے جہاد کیا۔ قرآن شریف میں جگہ جگہ اس کا ذکر ہے۔ اگر ساری آیتیں لکھی جائیں تو کتاب بڑی ہو جائے گی۔ لہٰذا یہاں چند آیتیں بیان کی جاتی ہیں۔ دل لگا کر سننا چاہئے:

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ؀ پ ۹ ع ۱۴

(سورۂ اعراف ۷ : ۱۸۸)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

(اے پیغمبر) تم کہدو میرا حال تو یہ ہے کہ خود اپنی جان کا نفع نقصان بھی اپنے قبضہ میں نہیں رکھتا وہی ہو کر رہتا ہے جو خدا چاہتا ہے۔ اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو ضرور ایسا کرتا کہ بہت سی منفعت بٹور لیتا اور زندگی میں کوئی نقصان مجھے نہ پہنچتا۔ میں اس کے سوا کیا ہوں کہ ماننے والوں کیلئے خبردار کرنیوالا اور بشارت دینے والا ہوں

**فائدہ:**۔ سب جانتے ہیں کہ پیغمبرِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے برابر اللہ کا کوئی بندہ مقبول نہیں۔ پھر جب انہی کو خود اپنی جان کے نفع اور نقصان کا کچھ اختیار نہیں اور وہ بھی غیب کی بات نہیں جانتے تو اور امام اور پیر کس گنتی اور شمار میں ہیں۔

**اللہ کے سوا کسی کو حاجت روا ماننا درست نہیں**

اس آیت سے صاف معلوم ہوگیا کہ اللہ کے سوا کسی سے مدد چاہنا اور حاجتیں مانگنا درست نہیں۔ خواہ پیر ہوں یا پیغمبر، اولیاء ہوں یا شہید۔

**سوال:** بعض لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبرِ خدا (صلعم) نے بہت سی چیزوں کی خبر دی ہے کہ آئندہ ایسا ایسا ہوگا۔ اگر ان کو علمِ غیب نہ تھا تو خبر کیوں کر دی اور اسی طرح اولیاء کا بھی حال ہے۔ دیکھئے فلاں بزرگ نے کہا تھا کہ ہم فلاں روز مریں گے ویسا ہی ہوا۔ کسی سے کہا تھا کہ تیرے چار بیٹے ہوں گے سو چار ہی ہوئے۔

اِس کا **جواب** یہ ہے کہ ان کو ان باتوں کا علم اللہ کے بتا دینے سے ہوا تھا اس کو علمِ غیب نہیں کہتے ہیں۔ جتنا اللہ نے جس کو بتلا دیا بس اس کو اسی قدر حال معلوم ہوا۔ اس سے زیادہ ہرگز معلوم نہیں۔

مشہور بات ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے غم میں رویا کرتے تھے۔ معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں ہیں۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے بادشاہ ہوئے تب اُن کے بارے میں خبر لگی تھی۔ اگر پہلے سے جانتے تو کیوں روتے رہتے۔ منافقوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت باندھی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا رنج تھا، کم وبیش چالیس دن کے بعد

**خدانے قرآن میں فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا پاک ہیں منافق جھوٹے ہیں۔ تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا۔ اگر پہلے سے علم ہوتا تو غم کیوں ہوتا۔ پھر جب پیغمبروں کی**

---

لـہ یہاں اس بہتان کی طرف اشارہ ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں گھڑا گیا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنگ میں جاتے تو قرعہ ڈالتے۔ بیبیوں میں سے جس کے نام قرعہ نکلتا وہی ساتھ جاتیں ۵؁ھ میں جنگ بنی المصطلق (فتح الباری طبع خیریہ ص ۳۰۴ ج ۷) کے لئے جانا ہوا قرعہ ڈالا۔ حضرت عائشہؓ کے نام نکلا۔ اور اس موقعہ پر اُن کا آپؐ کے ساتھ جانا ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سواری کا اونٹ الگ تھا۔ مگر قافلہ کے ساتھ چلتا۔ جو اونٹ آپ کی سواری کا تھا اس پر ہودہ ہوتا اور پردہ پڑا رہتا تھا۔ اور آپ اس میں تشریف فرما رہتی تھیں۔ اسی جنگ میں واپسی پر مدینہ آتے ہوئے رات کو ایک مقام پر قافلے نے آرام لینے کے لئے پڑاؤ ڈالا۔ روانگی سے پیشتر آپ قضائے حاجت کے لئے لشکر سے دور چلی گئیں۔ مدینہ سے چلتے وقت جو ہار آپنے اپنی بڑی بہن حضرت اسماء (بنتِ ابی بکر) رضی اللہ عنہما سے لیکر پہنا تھا اور ظفارِ یمن کے منکوں کا بنا ہوا تھا وہ یہیں کہیں ٹوٹ کر گر گیا۔ فارغ ہو کر آپ جب اپنی جگہ واپس آگئیں اور ہاتھ جو سینہ کو لگا تو ہار ندارد۔ بس واپس ہوگئیں تاکہ ہار ڈھونڈھ لائیں۔ پیچھے سے کوچ کا وقت ہوا۔ اونٹ والے حسب عادت ہودہ اونٹ پر باندھ کر قافلہ کے ساتھ چل پڑے۔ انھیں پردے پڑے رہنے سے یہ شبہ بھی نہ ہوا کہ آپ اس میں تشریف فرما نہیں اور ہودہ اٹھاتے وقت بھی خیال نہ ہوا کیوں کہ آپ کی عمر بھی تھوڑی تھی قد بھی لمبا نہ تھا اور تھیں بھی ہلکی پھلکی۔ نتیجہ یہ کہ قافلہ چلتا ہوا۔ اب آپ ہار لیکر جو آئیں تو میدان صاف۔ آدم نہ آدم زاد۔ آپنے فوراً یہ فیصلہ کیا کہ یہاں سے چلنا مصلحت کیخلاف ہے آگے جاکر جب میں نہ ملوں گی تو یہیں تلاش کرنے آئیں گے۔ اسی خیال میں تھیں، آخر شب تھی نیند آنے لگی، آپ وہیں لیٹ رہیں۔ حضرت صَفوانِ بنِ مُعَطَّل رضی اللہ عنہ جو نہایت پاکباز صحابی تھے ہمیشہ قافلے کے پیچھے رہا کرتے تھے تاکہ جو کوئی بھولا بچھڑا ہو ساتھ لیلیں اور جو گری پڑی چیز ہو اٹھاتے لائیں۔ آپ یہاں پو پھٹے پہنچے۔ دور سے دیکھا کوئی پڑا سوتا ہے قریب آکر پہچانا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ کیوں کہ آپنے ان کو پردہ کا حکم آنے سے پہلے دیکھا تھا۔ دیکھتے ہی گھبرا گئے اور منہ سے بیساختہ نکلا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝ جس سے آپ کی آنکھ کھل گئی، منہ پر چادر کھینچی اور اُٹھ کر بیٹھ گئیں۔ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے پاس لاکر اونٹ بٹھایا اور آپ اس پر بیٹھ گئیں اور وہ ہاتھ میں نکیل پکڑ کر چلنے لگے۔ اور دوپہر تک قافلے سے جا ملے۔ عبداللہ بن اُبَی جو پکا منافق تھا اور حضورؐ کا جانی دشمن تھا تو بس اسے بہانہ مل گیا۔ اور کہنے لگا (عیاذاً باللہ) اب آپ پاکدامن رہیں۔ سیدھے سادے بھولے بھالے مسلمان بھی (مردوں میں سے حضرت حسان بن ثابت اور حضرت مسطح اور عورتوں میں سے حضرت حمنہ بنتِ جحش رضی اللہ عنہا وعنہم) منافقین

(باقی برصفحہ ۱۵)

یہ حالت ہے تو بھلا اولیاء کا کیا رتبہ۔ ہر چیز کا حال جاننا آدمی کا کام نہیں۔ یہ سب اللہ کی شان ہے۔

ہدایت دینا نبی کے بھی اختیار میں نہیں | یہ جاننا چاہیئے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دو کام تھے۔ ایک تو دنیا میں (خلقت کی) ہدایت اور دوسرے آخرت میں (گنہگاروں کی) شفاعت۔ مگر ان دونوں میں بھی حضرت کو پورا اختیار نہیں دیا۔

| قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :- |
|---|---|
| اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ پ۲۰ (سورۂ قصص ۲۸ : ۵۶) | اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے۔ پر اللہ جس کو چاہتا ہی ہدایت کرتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔ |

**فائدہ** :- پس حضرت کا کام صرف حق بات بیان کر دینا تھا۔ اور اگر ہدایت اختیار میں ہوتی تو ابو جہل بھی مسلمان ہو جاتا۔

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴) کے پروپگنڈے سے متاثر ہو کر یہ افسوسناک تذکرہ کرنے لگے جو نیک دل بھی یہ قصہ سنتا کانوں پر ہاتھ دھرتا اور کہتا "هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ" یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔

عام مسلمانوں کو عموماً اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصاً ان بے سر و پا باتوں سے بڑا صدمہ تھا۔ ایک مہینہ تک یہی چرچا رہا حضور سنتے اور بغیر تحقیق کچھ نہ کہتے۔ مگر رہتے بہت رنجیدہ۔ مہینہ بھر کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بہتان کا پتہ چلا۔ شدت غم سے بیتاب ہو گئیں اور سخت بیمار پڑ گئیں۔ رات دن روتی رہتیں آخر کار اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کے دوسرے رکوع میں آپ کی براءت اور پاکدامنی کو بیان کیا تب منافقین کا منہ بند ہوا۔ اور جو مسلمان اس تہمت میں شریک تھے ان پر حد قذف (جرم تہمت کی سزا) قائم ہوئی (سنن ابی داؤد بتصحیح استاذ الاساتذہ شیخ الہند محمود حسن دیوبندی۔ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۶ھ ۱۸۹۶ء جلد ۳ صفحہ ۲۰۶) (چشتی)

| | |
|---|---|
| بارگاہِ الٰہی میں نبی تک کو بلا اجازت سفارش کرنے کا حق نہیں | قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ<br>اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :- |

| | |
|---|---|
| مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ<br>پ۳ (سورۂ بقرہ ۲ : ۲۵۵) | کون ہے جو اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر کسی کی شفاعت کے لئے زبان کھولے۔ |

**فائدہ** :- اللہ تعالیٰ کا حال بادشاہ کی طرح نہ سمجھنا چاہئے کہ بادشاہ جس پر غصہ ہوتا ہے تو امیر وزیر کہہ سنکر اس کی خطا معاف کرا لیتے ہیں۔ اور ہر چند اس کا جی نہ چاہے مگر ان کی خاطر کرنا پڑتا ہے[1]۔ کیوں کہ بادشاہ جانتا ہے کہ اگر میں نے ان کی خاطرداری سے ایسا نہ کیا تو یہ لوگ میرے ملک میں خلل ڈالیں گے۔

اللہ تعالیٰ کو اپنے کام میں کسی دوسرے کی پرواہ نہیں۔ اس کے سامنے کسی کی کیا طاقت، پیغمبر ہو یا ولی کہ اس کے حکم کے بغیر شفاعت کرے۔ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جب اللہ کا حکم ہوگا تب قیامت کے دن امت کی شفاعت کریں گے۔

**فائدہ** :- اللہ اکبر! یہاں سے اللہ کی بزرگی اور جلال کا اندازہ ہوتا ہے کہ کیسا زبردست مالک اور بے پرواہ ہے کہ کسی فرشتے اور پیغمبر کو بھی کسی چیز کا اختیار نہیں دیا۔ ہر چیز اپنے اختیار میں رکھی ہے۔ بغیر حکم ممکن نہیں کہ ایک بوند بھی آسمان سے گر سکے

اس زمانہ کے نادان لوگوں نے انبیاء اولیاء کے ساتھ ایسا اعتقاد پیدا کر لیا ہے کہ اللہ کی بڑائی اور مالکی جیسی چاہئے ویسی دلوں میں نہیں رہی۔ دنیا

---

[1] یہ شفاعت بالوجاہت کہلاتی ہے۔ (چشتی)

کی مرادیں بھی انھیں سے مانگتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کتنے ہی گناہ کریں وہ آخرت میں سب بخشوالیں گے۔

حقیقتِ حال جو تھی معلوم ہوگئی کہ پیغمبر کو بھی خود اپنی جان کا کچھ اختیار نہیں۔ وہ بھی اللہ کے حکم کے بغیر نہ بخشوا سکیں گے۔

اکثر لوگوں سے سنا ہے۔ کہتے ہیں واقعی اللہ کے سوا کسی کو کچھ اختیار نہیں ہے۔ لیکن اولیاء انبیاء اللہ کے مقبول بندے ہیں۔ جس چیز کے لئے اللہ سے عرض کرتے ہیں وہ قبول کرتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی دعاء اکثر قبول ہوتی ہے۔ لیکن ہر ایک دعاء انکی بھی قبول نہیں ہوتی۔ دیکھو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے واسطے دعاء کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے واسطے دعاء کی اور ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا (ابوطالب) کے واسطے دعاء کی کسی کی دعاء قبول نہیں ہوئی۔ اور حکم ہوا کہ ان کے بارے میں دعاء مانگ کر جاہل نہ بنو۔ اور ہماری مرضی کے خلاف دعاء نہ کرو۔

| | |
|---|---|
| اللہ کے یہاں نبی کی بھی وہی دعاء قبول ہوتی ہے جو رضائے الٰہی کے مطابق ہوتی ہے۔ | اس سے صاف معلوم ہوا کہ ان کی دعاء بھی وہی قبول ہوتی ہے جو خدا |

کی مرضی کے مطابق ہوتی ہے۔ ہر چند کہ یہ لوگ پاک ہیں مگر پھر بھی بندے ہیں۔ کچھ ان کا اللہ پر زور نہیں کہ جو چاہیں وہی ہو جائے۔

| | |
|---|---|
| قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ |
| وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ | انھوں نے کہا خدائے رحمٰن نے اپنے لئے اولاد |

بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝

(سورۂ انبیاء ۲۱: ۲۶ و ۲۷)

بنائی ہے" وہ اس سے پاک ہے (اس کے نہ بیٹا ہے نہ بیٹی) بلکہ وہ تو اس کے معزز بندے ہیں وہ اس کے آگے بڑھ کر بات نہیں کر سکتے اور وہ اس کے حکم پر کام کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کسی کو کچھ کرنے کا اختیار نہیں

**فائدہ:** کافر بعض پیغمبروں اور فرشتوں کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے۔ سو فرمایا بیٹے نہیں یہ سمجھو وہ بندے ہیں مقبول اور عزت والے ہیں۔ لیکن ان کو یہ مقدور نہیں کہ بڑھ کر بول سکیں یا بغیر حکم کچھ کر سکیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ۝

(سورۂ انبیاء ۲۱: ۲۸)

جو کچھ انکے سامنے ہے اور جو کچھ پیچھے چھوڑ آئے (یعنی انکا ماضی اور مستقبل بھی، سب اللہ جانتا ہے) اُنکی مجال نہیں کہ کسی کو اپنی سفارش سے بخشوالیں مگر ہاں جس کی بخشش اللہ پسند فرماتا اور وہ تو اسکی ہیبت سے خود ہی ڈرتے رہتے ہیں

شفاعت کا مستحق بھی وہی ہے جو رضائے الٰہی پر چلتا ہے

**فائدہ:** اس آیت سے صاف معلوم ہو گیا کہ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کی امید رکھتا ہے اس کو لازم ہے کہ پہلے اللہ کو راضی کرے اور اللہ کی رضامندی شرک چھوڑے بغیر ممکن نہیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۚ كَذٰلِكَ

اور ان لوگوں میں سے اگر کوئی ایسی جرات کر بیٹھے کہ کہے "اللہ کے سوا میں معبود ہوں" تو اس پر ہم

| | |
|---|---|
| نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ۝ پ | اُسے جہنم کی سزا دیں گے۔ اور ظالموں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ |
| (سورۂ انبیاء ۲۱ : ۲۹) | |

**فائدہ :۔** مسلمانو! خیال تو کرو کہ قرآن پاک میں فرشتوں اور پیغمبروں کا یہ حال ہے کہ اللہ کے آگے بڑھ بڑھ کر بول نہیں سکتے اور اس کے جلال کے آگے ڈرتے رہتے ہیں۔ خدا کی مرضی کے بغیر کسی کی سفارش نہیں کرسکتے۔ مگر اس زمانہ کے نادان مسلمان ادنیٰ ادنیٰ پیروں کو مالک اور مختار سمجھ کر ان سے اپنی سب حاجتیں اور مُرادیں مانگتے ہیں۔ اور پیروں کی شفاعت کی امید پر گناہوں سے بھی نہیں ڈرتے۔ بعض عاقبت نااندیش جاہل پیرزادے تو کچھ لے لیوا کر اپنے مُریدوں کے گناہ بھی بخش دیتے ہیں۔ اور معافی کی سند بھی لکھ دیتے ہیں۔ خدا اُن پر لعنت کرے یہ تو شیطان کے بھی کان کاٹتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔ |
| لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَهُمْ بِشَیْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّیْهِ اِلَى الْمَآءِ لِیَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ۝ پ | اللہ ہی کو پکارنا سچا پکارنا ہے اور جو لوگ اس کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ پکارے ہوؤں کی کچھ نہیں سنتے ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی (پیاس کی شدت میں) دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے کہ بس (اس طرح کرنے سے) پانی اس کے منہ تک پہنچ جائے گا حالانکہ وہ اس تک پہنچنے والا نہیں۔ |
| (سورۂ رعد ۱۳ : ۱۴) | |

(اور یہ حرکت بیکار ہے) (یقین کرو) اسی طرح کافروں کی پکار بے سود ہے۔

| بارگاہِ الٰہی میں سب عاجز اور بے اختیار ہیں | **فائدہ :۔** اگر پیاسا دریا کے کنارے پر ہاتھ پھیلائے |
|---|---|

پانی کو پکارتا رہے کہ پانی تو میرے منہ میں آجا تو وہ ہرگز نہ آسکے گا۔ اسی طرح سے جو لوگ اللہ کے سوا اور لوگوں کو پکارتے ہیں وہ بھی مدد نہیں کر سکتے ہیں۔ یعنی بے اختیاری میں دونوں برابر ہیں۔ جیسے پانی کو آپ سے منہ میں گھس جانے کی قدرت نہیں ہے ویسے ہی اللہ کے سوا کسی کو مدد کرنے کی طاقت نہیں۔

سبحان اللہ! کیسی کیسی مثالیں دے کر اپنے بندوں کو سمجھاتا ہے۔ اگر اس پر بھی کوئی نہ سمجھے تو آدمی نہیں حیوان ہے۔

## مشکل کشائی تو بس اللہ کا کام ہے

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَؕ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ بِخَیْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌؕ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ۝

(سورۂ انعام ۶: ۱۷ و ۱۸)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اور (اے انسان!) اگر خدا تجھے دکھ پہنچائے تو اس کا ٹالنے والا کوئی نہیں ہے مگر اسی کی ذات۔ اور اگر وہ تجھے بھلائی پہنچائے تو (اس کا ہاتھ پکڑنے والا کون ہے؟) وہ ہر بات پر قادر ہے اور وہی جو اپنے تمام بندوں پر زور (و غلبہ) رکھنے والا ہے اور وہی ہے حکمت والا اور آگاہ۔

**فائدہ:۔** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری دی ہوئی تکلیف کوئی دور نہیں کر سکتا۔ مگر اس زمانہ کے نادان لوگ اللہ کو چھوڑ کر اس کے بندوں سے مدد مانگتے ہیں۔ چنانچہ کوئی حضرت[۱] عباسؓ کی حاضری[۲] مانتا ہے

---

[۱] حضرت عباسؓ۔ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرزند اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ آپ کی والدہ کا نام اُم البنین بنتِ حرام ہے۔ آپ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے گو حقیقی بھائی نہ تھے، لیکن بھائیوں سے زیادہ مخلص اور جاں نثار تھے۔ چنانچہ میدانِ کربلا میں آپ ہی کے ساتھ جامِ شہادت نوش فرمایا۔ (چشتی)

[۲] حاضری۔ ماحضر کا مرادف ہے، یہاں حضرت عباس علمدار کی فاتحہ کا کھانا مراد ہے۔ (چشتی)

کوئی شاہ عبدالحق[1] کا توشہ[2] کرتا ہے۔ کوئی شاہ مدار[3] کا مالیدہ چڑھاتا ہے۔ اتنا نہیں سمجھتے کہ یہ اللہ کے بندے ہیں ان کا کیا مقدور کہ دی ہوئی تکلیف رفع کر دیں۔ ہاں بعض دو ایک فارسی کی کتاب پڑھ کر اپنے آپ کو بڑا قابل سمجھتے ہیں، وہ یوں تقریر کرتے ہیں:۔

"ہم انبیاء، اولیاء سے جو مدد چاہتے ہیں وہ اس وجہ سے کہ سیڑھی کے بغیر کوئی کوٹھے پر چڑھ سکتا ہے؟ یا کوئی امیر وزیر کے وسیلہ کے بغیر بادشاہ تک پہنچ سکتا ہے؟" اس کا جواب یہ ہے کہ واقعی سیڑھی کے بغیر کوٹھے پر چڑھنا ممکن نہیں، اسی طرح سے رسول کے مانے بغیر اللہ کا ملنا ممکن نہیں۔ اب رسول کا پہلا حکم یہی ہے کہ اللہ کے سوا

---

[1] شاہ عبدالحق۔ آپ کا نام احمد بن عمر اور عرف عبدالحق تھا۔ ردولی جو اودھ کا ایک مشہور قصبہ ہے وہیں پیدا ہوئے۔ سات برس کی عمر ہی سے تہجد تک پابندی سے پڑھتے تھے۔ تحصیلِ علم کے لئے بڑے بھائی کے پاس دہلی پہنچے۔ مگر طبیعت کو تصوف سے لگاؤ تھا وہاں بھی زیادہ قیام نہ ہو سکا اور پانی پت آگئے۔ یہاں حضرت جلال الدین محمود گازرونی رحمۃ اللہ علیہ سے جو اپنے وقت کے اولیاء کبار سے تھے بیعت کی اور خلافت بھی یہیں سے ملی۔ عرصہ تک اللہ اللہ کی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم و معرفت کا بڑا فیضان ہوا۔ ہمہ وقت جذب کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ مگر چالیس برس تک تکبیر تحریمہ نہ چھوٹی۔ یہ بزرگی اور ولایت سب شریعت کی پابندی سے ملا کرتی ہے۔ ۱۵ رجادی الاولیٰ ۸۳۶ھ / ۱۴۳۴ء میں اپنے وطن ردولی میں انتقال ہوا اور یہیں مزار ہے۔ (چشتی)

[2] آپ کی نذر نیاز اور فاتحہ کا کھانا عرفِ عام میں توشہ کہلاتا ہے (چشتی)

[3] شاہ مدار۔ بدیع الدین بن معین الدین نام۔ قطب المدار لقب۔ اور شاہ مدار عرف ہے۔ ۷۱۶ھ / ۱۳۱۵ء میں شہرِ حلب میں پیدا ہوئے اور شیخ محمد طیفور الدین شامی کے مرید ہوئے۔ انہی سے خلافت ملی۔ بڑے اولیاء اللہ میں سے تھے۔ ہندوستان آئے اور قنوج کے اطراف میں ایک بستی مکن پور کے نام سے مشہور ہے یہیں اللہ اللہ کرنے لگے ایک سو چوبیس برس تک توحید کا نغمہ سنا کر ۸۲۴ھ / ۱۴۲۱ء میں انتقال فرمایا اور یہیں مزار بنا۔ ہر سال ۱۸ رجادی الاولیٰ کو (جس کو عورتیں مدار کا چاند کہتی ہیں) آپ کا عرس ہوتا ہے۔ ہزاروں لاکھوں انسان اطرافِ ہند سے چھڑیاں اٹھاتے آتے ہیں اور خوب نذر و نیاز چڑھاتے ہیں۔ بعض شہروں میں مدار کے چاند چھڑیوں کا میلہ لگتا ہے اور خوب چڑھاوا چڑھتا ہے۔ (چشتی)

کسی سے مدد نہ چاہو اور مرادیں نہ مانگو۔

اب خود ہی فیصلہ کر دو تم نے سیڑھی کو چھوڑا یا ہم نے۔ اور اللہ کو بادشاہ کی طرح سمجھنا اور اس پر قیاس کرنا غلط ہے۔ اس واسطے کہ بادشاہ ہر جگہ سارے ملک میں نہیں پہنچ سکتا، ہر ایک کا مطلب آپ نہیں سن سکتا۔ سارے ملک کا کام اکیلا نہیں کر سکتا۔ اس وجہ سے وہ لوگوں کو کام سپرد کرتا ہے۔ اور صلاح لینے میں وزیر کا محتاج ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو بڑی قدرت والا ہے۔ وہ صلاح لینے میں کسی کا محتاج نہیں۔ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ ہر ایک کی بات سنتا ہے۔ دلوں کے بھید تک جانتا ہے۔ اس کو کیا پرواہ کہ کسی کو اپنا کام سپرد کرے۔ یا کسی سے صلاح مشورہ لے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی فرشتے اور پیغمبر کی بھی یہ طاقت نہیں کہ اس کے حکم کے بغیر کچھ بول سکیں۔ وہ مالک اکیلا ہے۔ زبردست ہے۔ بڑی شان والا ہے۔ نہ کوئی اس کا وزیر ہے۔ اور نہ کوئی اس کا نائب۔ سبحان اللہ! آپ ہی جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔ اس واسطے اس کے سوا کسی اور کو پکارنا ممکن نہیں۔ اور اگر اس طرح سے رسول بھی پکاریں تو ان کو بھی ظالم کہا۔

یہ بڑے ظالم ہیں کہ اس پر بھی نہیں ڈرتے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنْفَعُكَ وَلَا یَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (پ ۱۱ سورۂ یونس ۱۰: ۱۰۶)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ پکار کیونکہ اس کے سوا نہ کوئی تجھ کو فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اگر تو نے ایسا کیا تو یقیناً تو بھی ظلم کرنے والوں میں گنا جائے گا۔

**اُٹھتے بیٹھتے بس اللہ ہی کا ذکر کرنا چاہئے**

**فائدہ**:۔ جب حکم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارو تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو لوگوں کی عادت ہے کہ اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے یا رسول اللہ، یا علی، یا عبدالقادر جیلانی[1]، یا مخدوم کہتے ہیں اور ان کو پکارتے ہیں ایسا نہ چاہئے۔ اس وقت مناسب یہ ہے کہ یا اللہ کہا کریں۔ چنانچہ دوسری آیت میں حق تعالیٰ فرماتا ہے:۔

| | |
|---|---|
| اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ پ۴ (سورۂ آلِ عمران ۳:۱۹۱) | یعنی مسلمان وہ لوگ ہیں جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ کے بل لیٹے۔ |

اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ مسلمان وہ ہیں جو اُٹھتے یا بیٹھتے یا محمدؐ یا علیؓ کہتے ہیں۔

**اللہ ہی کے حکم پر چلنے کا نام دین ہے**

مسلمان پر لازم ہے کہ اللہ کا جو حکم ہو اس پر چلے۔ اپنی طرف سے کچھ نہ نکالے۔ اسلام میں بہت سی خرابیاں اسی وجہ سے پڑی ہیں کہ لوگ اللہ اور رسول کا حکم تو معلوم نہیں کرتے اور اپنی عقل سے جو چاہتے ہیں سو کرتے رہتے ہیں۔

---

[1] شیخ عبدالقادر۔ عبدالقادر بن ابی صالح نام، محی الدین لقب اور ابو محمد کنیت ہے۔ ۴۷۰ھ/۱۰۷۷ء یا ۴۷۱ھ/۱۰۷۸ء میں قصبہ گیلان واقع ایران میں پیدا ہوئے۔ بغداد میں تمام علوم عقلیہ نقلیہ کو ائمہ فن سے حاصل کیا اور اسی طرح تصوف کی تعلیم بھی اربابِ کمال سے پائی۔ ابتدا میں درس و تدریس اور افتا کا شغل اختیار کیا۔ اور پھر وعظ و تبلیغ اور بیعت و ارشاد سے خلقِ خدا کے عقائد کی اصلاح کی۔ ہزاروں انسانوں نے آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ کم و بیش نوّے سال توحید کی دعوت دے کر ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ھ/۱۱۶۵ء میں بغداد میں وفات پائی وہیں مزار اور خانقاہ ہے۔ عوام آپ کو پیرانِ پیر، پیر دستگیر اور غوث الاعظم کے نام سے پکارتے اور آپ کے ماہِ وفات کو بڑے پیر کا چاند، یا گیارہویں کا چاند کہتے ہیں۔ آپ کی نذر نیاز بڑی عقیدت سے کرتے ہیں۔ اور اس کو گیارہویں شریف کا کھانا کہتے ہیں۔ مگر بیشتر عقیدتمند نماز کے گنڈے دار پڑھتے ہیں۔ حالانکہ آپ حنبلی تھے۔ جن کے مذہب میں ایک وقت کی نماز بھی قصداً چھوڑ دینے سے انسان قابلِ گردن زدنی ہو جاتا ہے ۱۲ (چشتی)

## قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی

وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا۔ پ۲۹ (سورۂ جن ۷۲: ۱۸)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

سجدے کرنا اللہ ہی کو سزاوار ہے۔ سو اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔

**آڑے وقت پر بس اللہ ہی کو یاد کرنا چاہئے**

**فائدہ:۔** یہاں سے معلوم ہوا کہ ہم لوگ جو اولاد کی بیماری میں یا اور سخت مصیبتوں میں یہ کہنے لگتے ہیں، یا اللہ! یا حسین! خبر لیجئے۔ درست نہیں۔ یہ وقت صرف اللہ ہی سے مدد مانگنے کا ہوتا ہے۔ اسی سے دعاء کرنا چاہئے۔

کیا تمھارے کام اللہ سے پورے نہیں ہوتے جو دوسرے کی حاجت ہے۔ کتنی بُری عادت ہے کہ اللہ کے ساتھ بندوں کو بھی ملا دیتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے اللہ رسول تمھارا بھلا کریں۔ کوئی کہتا ہے اللہ مدار تیری مدد پر رہیں۔ دیکھو اگر کوئی شخص تمھیں تعظیم سے مسند پر بٹھائے اور اسی جگہ تمھاری برابر تمھارے غلام کو بھی بٹھادے تو یہ تمھیں کب گوارا ہو سکتا ہے۔ اب حضورؐ کے اس ارشاد کو سمجھو:۔

**جو کچھ مانگو بس خدا سے مانگو**

قَالَ النَّبِیُّ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِذَا سَاَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَ اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ [۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تجھ کو کچھ مانگنا ہو تو اللہ سے مانگ، اور اگر مدد مانگنا ہو تو بھی اللہ ہی سے مانگ [۲]۔

---

[۱] "جامع الترمذی" مطبع العلوم دھلی ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۸ء ص ۲/۱۴۳ ۔

[۲] اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے بندوں پر ایک حق، حق استعانت بھی ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جس طرح عبادت خدا کی ہوتی ہے کسی اور کی جائز نہیں، اسی طرح مدد بھی اسی سے مانگی جاتی ہو کسی اور سے مدد مانگنا جائز نہیں۔ چنانچہ آیت پاک اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝ (سورۂ فاتحہ) "اے خدا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں" میں اسی امر کا اقرار ہے اور اسی حقیقت کا اعتراف ہے ۱۲ (چشتی)

حضرتؐ نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ میں اللہ کا بڑا مقبول بندہ ہوں، اور تمہارا نبی ہوں مجھ سے بھی مدد مانگا کرو۔

بعض لوگوں کو اس مقام پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اگر خدا کے سوا کسی سے مدد چاہنا درست نہیں تو اب حاکم سے فریاد کرنا، حکیم سے علاج کرانا، نوکر یا غلام سے پانی مانگنا، ہاتھ میں لاٹھی رکھنا بھی درست نہ ہو۔ اس واسطے کہ ان کاموں میں بھی خدا کے سوا اور چیزوں سے مدد چاہی جاتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ان چیزوں کو انہی کاموں کے لئے ایک وسیلہ اور سبب مقرر کیا ہے۔ پانی، پینے کے واسطے پیدا کیا ہے۔ اور دوائیاں بیماری کے واسطے۔ مگر مدارؒ سالارؒ کو اس واسطے پیدا نہیں کیا کہ لوگوں کو رزق اور بیٹے دیا کریں اور انبیاء، اولیا سب ان کاموں کو کرتے تھے۔ یعنی لاٹھی بھی ہاتھ میں رکھتے تھے اور علاج بھی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو بھی ان کاموں سے منع نہیں فرمایا۔ غرض کہ استعانت اور مدد مانگنا اسی طرح کا منع ہے جس میں شرکت لازم آتی ہو۔ اور نذر نیاز کرنے اور منّت مانگنے کی نوبت پہنچتی ہو۔

---

لہ سالار مسعود بن ساہو نام۔ بالے میاں، غازی میاں، سالار غازی مسعود غازی لقب ہے خراسان میں سالار رجب کے نام سے مشہور ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ سلطان محمود غزنوی کے لشکر میں سالاری کے عہدہ پر مقرر تھے اسی وجہ سے سالار کے نام سے شہرت ہے۔ بڑے خدار سیدہ بزرگ تھے۔ ہندوستان میں کفار سے جہاد کیا۔ اور ۵۸۸ھ ۱۱۹۲ء بمقام بہرائچ جام شہادت نوش فرمایا۔

ہر سال آپ کا عرس ہوتا ہے۔ اور اطرافِ ہند سے ہزاروں آدمی آپ کے نام کی چھڑیاں اُٹھائے آتے ہیں۔ اور وہ لوگ جن کے اولاد نہیں ہوتی نذر نیاز چڑھاتے ہیں ۱۲ (چشتی)

مال سب اللہ کا حق ہے، اس میں اس کے بغیر بتائے کسی اور کا حق نکالنا روا نہیں ۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ ۗ تَاللَّهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ ۝ پ۱۴

(سورہ نحل ۱۶ : ۵۶)

اور پھر (دیکھو) ہم نے جو کچھ رزق انھیں عطا کیا ہے یہ ان ہستیوں کا بھی حصہ ٹھہراتے ہیں جن کی حقیقت کی انھیں خبر نہیں۔ بخدا تم سے ضرور اس بارے میں بازپرس ہوگی کہ (حقیقت کے خلاف) کیسی افترا پردازیاں کرتے رہتے ہو۔

**فائدہ** :۔ یہ اُن سے فرمایا جو اپنے کھیت میں جانوروں اور سوداگری میں اللہ کے سوا کسی کی نذر نیاز ٹھہراتے تھے، جیسے پہلے لوگ تھے ویسے ہی اب بھی ہیں۔ جانوروں میں حصہ، جیسے سیدؒ احمد کبیر کی گائے، [1] ————

---

[1] سید احمد کبیر۔ آپ سید جلال بخاری (جلال الدین بخاری المتوفی ۷۸۵ھ / ۱۳۸۳ء) کے فرزند اور شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رح کے نواسہ تھے۔ آپ کے والد مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے شوقِ دید میں بخارا سے ملتان آکر اور آپ سے بیعت ہوگئے۔ شیخ زکریا ملتانیؒ نے اپنی دختر نیک اختر سے آپ کا نکاح کر دیا جن کے بطن سے تین فرزند پیدا ہوئے۔ سید احمد کبیر، سید محمد اور سید بہاء الدین۔ آپ چونکہ عمر میں سب سے بڑے تھے۔ اس لئے سید کبیر عرف ہوگیا سلوک کی تعلیم اپنے والد بزرگوار اور دیگر شیوخِ وقت سے پائی۔ اور اپنے زمانہ کے بڑے نامور ولی ہوئے۔ سید صدر الدین راجو قتال بخاریؒ جو مادرزاد ولی تھے آپ ہی کے فرزند تھے۔ عوام حاجت روائی اور مصیبت سے نجات کے لئے آپ کے نام کی گائے وغیرہ ذبح کرتے ہیں جو کسی طرح جائز نہیں۔ سید کبیر کا اوچ میں انتقال ہوا۔ اور یہیں اپنے والد سید جلال بخاریؒ کی خانقاہ کے اندر مزار کے بالکل متصل آپ کا مزار ہے۔ جو زیارت گاہِ خلائق ہے۔ سید احمد کبیر کا کڑا (حلقہ) مشہور ہے۔ سانپوں کے کاٹے اور جنات کے آسیب زدہ لوگوں کو آپ کا کڑا دیا جاتا ہے (ملاحظہ ہو تاریخ اوچ" مؤلفہ محمد حفیظ۔ طبع دہلی ۱۹۳۱ء ص ۱۴۱)

# شیخ سدّو کا بکرا، شاہ مدار کی مرغی، اور کھیت اور سوداگری میں سے حضرت شیخ عبدالقادر

لہ اکثر لوگ صدّو کو سدّو لکھتے ہیں۔ صدّو چونکہ صدرالدین کا عرف تھا اس لئے قدیم تحریرات میں یہ نام "ص" سے لکھا جاتا تھا نہ کہ "س" سے۔ شیخ صدو کا قصہ بھی خوب ہی دلچسپ ہے۔ محمود احمد عباسی "تاریخ امروہہ" (طبع دہلی سنہ ۱۹۳۰ء صفحہ ۱۳۳) میں لکھتے ہیں:-

"جس قدر شہرت شیخ صدّو کے نام کو حاصل ہے اس بزرگ کے تاریخی اور صحیح حالات اتنے ہی زیادہ تاریکی میں مستور ہیں۔ زبانی روایتوں سے البتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ بارہویں صدی ہجری کے نصف آخر کے سنین میں امروہہ کی قدیم جامع مسجد یعنی مسجد کیقبادی کا ایک مؤذن شیخ صدرالدین عرف صدو تھا۔ اس کے باپ کا نام معلوم نہیں۔ ماں کا نام ابنتہ آسیا یا عائشہ مشہور ہے۔ اس شخص کو عملیات کا بہت شوق تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ زین خاں نام ایک مؤکل اس کے تابع تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زین خاں مؤکل نے شیخ صدو کی کسی بے احتیاطی کی وجہ سے بہ حالتِ ناپاکی قابو پاکر اُسے مار ڈالا۔ اس وقت سے اس کی روح آوارہ پھرتی ہے۔ اور یہ بزرگوار خصوصاً عورتوں پر اپنا عمل کرتے ہیں۔ اور جس طرح پنجاب میں مکار یا بیمار عورتوں پر "سخی سرور" آجاتے ہیں اسی طرح اس صوبہ میں خصوصاً اضلاع ایٹہ۔ متھرا، علی گڈھ وغیرہ کے ادنیٰ اور جاہل طبقہ کے ہندو اور مسلمانوں میں شیخ صدو بدنام ہیں۔

شیخ صدو کا مقام اس خانۂ خدا کے اندر وسطِ مسجد کا پیش طاق۔ ان مقامات پر علاوہ زرِ نقد کے بکرا، مُرغ، کپڑا، اور مٹھائی وغیرہ کا چڑھاوا چڑھایا جاتا ہے جسکو ان کی اصطلاح میں میاں کی جات (ذات) دینا کہتے ہیں۔ چڑھاوے میں ایک

(باقی بر صفحہ ۲۸)

جیلانیؒ اور شاہِ مدار کی چٹکی نکالتے ہیں۔ اور امام ضامنؒ[۱] کا پیسہ بازو پر باندھتے ہیں۔ فرمایا یہ سب اللہ کا مال ہے اس میں کسی دوسرے کا حق نہیں۔ اس کے حکم کے بغیر اپنی طرف سے کسی کا حصہ نہ ٹھہراؤ۔ البتہ یہ درست ہے کہ اس کو اللہ کی نذر کرو۔ اور اس کا ثواب جو تم کو ملتا سو اُن کی رُوح کو بخش دو۔ لیکن نام ٹھہرا دینا کہ یہ چیز فلاں بزرگ کی ہے یہ ممنوع ہے ۞

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷) صحنک، ایک کوزہ اور میاں کا رومال بھی ہوتا ہے۔ جو معتقدین میاں کی حاجت دیتے ہیں چاشنی یعنی حاجتی کہلاتے ہیں۔"

[۱] امام ضامن۔ علی بن موسیٰ کاظم نام، اور الرضا لقب ہے۔ ۱۴۵ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے بڑے متقی اور زاہد، نہایت بلند پایہ عالم، اور صاحبِ فضل و کمال تھے۔ آپ کا شمار ائمہ اثنا عشر میں ہے۔ خلیفہ مامون نے آپ سے درخواست کی تھی کہ آپ سر آرائے خلافت ہو جائیں لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ آخر مامون نے ۲۰۱ھ ۸۱۶ء میں آپ کو اپنا ولی عہد نامزد کر دیا۔ مگر طوس میں ۲۰۳ھ ۸۱۸ء میں کسی نے آپ کو زہر دیدیا۔ اور آپنے شہادت کا رتبہ پایا۔

ضامن کے معنی کفیل کے ہیں۔ عوام کا عقیدہ ہے کہ جب کوئی سفر کو جائے یا کہیں بیاہ شادی کی بات چیت کرنی ہو یا کسی بلا میں گرفتار ہو اور آپ کے نام کا روپیہ پیسہ بازو پر باندھ کر جائے تو اسکی خیریت کے آپ ضامن ہو جاتے ہیں۔ اس لئے آپ عوام میں امام ضامن کے نام سے مشہور ہیں ۱۲

(چشتی)

---

# دوسری فصل

## شرک کرنیوالوں کی مذمت

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ

وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ ۚ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ۝

(سورنحل ۱۶: ۲۰ و ۲۱)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اور اللہ کے سوا جن ہستیوں کو یہ پکارتے ہیں، ان کا حال یہ ہے کہ وہ کوئی چیز پیدا نہیں کرسکتے بلکہ خود کسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ وہ لاشیں ہیں بے جان، انھیں اس کی بھی خبر نہیں کہ کب (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے۔

**فائدہ:-** حق تعالیٰ اِس مقام پر مشرکوں کی حماقت اور نادانی بیان کرتا ہے کہ مدد مانگنے اور پکارنے کے لائق وہ شخص ہے جس نے پیدا کیا ہو اور زندہ بھی ہو۔ مشرک ایسے احمق ہیں کہ ان کو پکارتے ہیں جن میں جان نہیں۔ بھلا وہ کسی کو کیا پیدا کریں گے وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں۔

اسی طرح ہمارے زمانے کے ناواقف مسلمان مُردہ بزرگوں سے حاجتیں مانگتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ وہ خود اپنے مرنے جینے میں کسی اور کے محتاج تھے۔ دوسرے کی کیا مدد کریں گے۔ مثل ہے پیر آپ ہی درماندہ شفاعت کس کی۔ بعض جاہل جو آپ کو قابل سمجھتے ہیں، یوں کہتے ہیں:-

"پیغمبرِ خدا کے وقت میں کافر بُت پُوجتے تھے اور ان سے مدد چاہتے تھے اس لئے اللہ نے قرآن شریف میں بُتوں سے مدد مانگنے کی ممانعت کی ہے، کوئی اولیا، انبیاء کی مدد مانگنے سے منع نہیں کیا۔"

اس کا جواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جہاں شرک سے منع کیا ہے وہاں مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کا لفظ فرمایا ہے۔ یعنی اس کے سوا کسی سے مدد نہ مانگو۔ اور کسی کو نہ پوجو۔ بس اس میں تو سب ہی آگئے۔ بُت بھی اور اولیا، انبیاء بھی۔ اور یہ کسی آیت میں بھی نہیں فرمایا کہ تم اپنی حاجتیں بُتوں سے نہ مانگو۔ لیکن میرے پیر پیغمبروں سے مانگو۔ اسی لئے اللہ نے اپنی ذات کے سوا کوئی ہو سب سے منع فرمایا ہے۔

مدد اس سے مانگنی چاہئے جس کو کچھ اختیار ہو۔ اور حق تعالیٰ تو پہلی آیت میں صاف فرما چکا ہے کہ پیغمبر تک کو اپنی جان کا کچھ اختیار نہیں۔ مدار، سالار بیچارے کس شمار میں ہیں۔

| | |
|---|---|
| اللہ کے آگے عاجز اور بے اختیار تو سب ہی ہیں مگر فرقِ مراتب ضرور ہے۔ | اللہ کے آگے عاجز اور بے اختیار ہونے میں ہم اور ولی اور پیغمبر سب برابر ہیں لیکن رُتبہ میں بڑا فرق |

ہے۔ وہ مقبول بندے ہم گنہگار، وہ ہمارے نبی اور سردار ہم اُن کی امت تابعدار، جس طرح ادنیٰ سپاہی اور رسالدار بادشاہ کے نوکر ہونے میں دونوں برابر مگر رُتبہ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

| | |
|---|---|
| قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- |
| اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْٓ اَوْلِیَآءَ اِنَّآ اَعْتَدْنَا | جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی کیا انھوں نے خیال کیا ہے کہ ہمیں چھوڑ کر ہمارے بندوں کو |

| | |
|---|---|
| جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِيْنَ نُزُلًا ۔ پ۱۶ (سورۂ کہف ۱۸ : ۱۰۲) | اپنا کارساز بنالیں ؟ (انھیں معلوم ہونا چاہئے کہ) ہم نے کافروں کی مہمانی کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔ |

**اللہ کی بارگاہ میں کسی کو حمایتی سمجھنا روا نہیں**

**فائدہ :-** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں دو قسم کے کافر تھے۔ ان میں بہت سے تو بُتوں کو پوجتے تھے اور بعض پیغمبروں کی رُوح کو۔ چنانچہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام اور حضرت عُزَیر علیہ السلام کی روح کو پوجا جاتا تھا۔ اور ان سے مرادیں مانگی جاتی تھیں۔ اللہ نے دونوں کو کافر کہا اور اس آیت میں ان سے غصہ سے فرمایا ہے کہ یہ لوگ بڑے احمق ہیں۔ میرے سوا میرے بندوں کو اپنا حمایتی ٹھہراتے ہیں۔ یعنی اولیاء اور پیغمبر ہر چند پاک لوگ ہیں لیکن آخر میرے غلام اور میرے بندے ہیں۔ ان کو حمایتی سمجھنا کب لائق ہے۔ بھلا غور کرو آقا کے ہوتے اس کی چیز کو اس کے غلام سے مانگنا کتنی بڑی نادانی ہے۔

**شریعت کی رُو سے کس قسم کا وسیلہ جائز ہے**

یہ بھی جاننا چاہئے کہ اولیاء انبیاء سے بس اس طرح وسیلہ پکڑنا درست ہے کہ خدا کی بارگاہ میں یوں عرض کیا جائے۔ " الٰہی ! محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے یا حضرت علی مرتضٰی کے تصدق سے میری فلاں حاجت روا کر "، یہ صورت جائز ہے۔ اور اس کے علاوہ جو اور صورتیں اختیار کی جاتی ہیں وہ ناجائز ہیں۔

| | |
|---|---|
| قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی | اللہ تعالٰی فرماتا ہے :۔ |
| يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ ۚ إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ | اے لوگو ! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اُسے غور سے سنو ! تم اللہ کے سوا جن (خود ساختہ معبودوں) |

لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ٥ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ۔ پ۱۷

(سورۂ حج ۲۲: ۷۳ و ۷۴)

کو پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے۔ اگرچہ اس کے لئے سارے اکٹھے ہو کر زور لگائیں اور مکھی ان سے کچھ چھین لے جائے تو ان میں قدرت نہیں کہ اس سے چھڑا لیں (تو دیکھو) دونوں کمزور ہیں۔ مانگنے والا بھی اور جس سے مانگا وہ بھی۔ ان لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں سمجھی جیسی کہ اس کی قدر ہے۔ بیشک اللہ قوت والا اور زبردست ہے۔

اللہ کے ہوتے اوروں سے مدد مانگنا اللہ کی ناقدری کرنا ہے۔

**فائدہ:** جو لوگ اللہ کے سوا بتوں سے یا پیروں سے مرادیں مانگتے ہیں افسوس کہ وہ اللہ کی جیسی قدر سمجھنا چاہیے ویسی نہیں سمجھتے۔ اگر سمجھتے ہوتے تو اللہ جیسے زبردست جہان کے پیدا کرنے والے کے ہوتے ہوئے ان بیچارے بے مقدوروں سے کہ جن سے ایک مکھی تک نہیں بن سکتی کیونکر حاجتیں مانگتے۔ بھلا اس سے بڑھ کر نادان کون ہے جو بادشاہ کے ہوتے ہوئے فقیر کے آگے ہاتھ پسارے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى

وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ۔ پ۱۱ (سورۂ یونس ۱۰: ۶۶)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اور جو لوگ اللہ کے سوا (اپنے ٹھہرائے ہوئے) شریکوں کو پکارتے ہیں تم جانتے ہو وہ کس بات کی پیروی کرتے ہیں (کیا یقین اور بصیرت کی؟ نہیں) محض وہم و گمان کی وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہیں کہ (ہر بات میں) اپنی اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔

**فائدہ:** جو شخص اللہ کے سوا ان کو مدد کے واسطے پکارتے ہیں وہ عقل سے کورے ہیں۔ بُت پوجنے والے یہ نہیں سمجھتے کہ یہ تو بُت پتھر ہیں ہم جو ان کے آگے گاتے بجاتے ہیں، حاجتیں مانگتے ہیں یہ کیونکر سُنیں گے۔ خود آپ جگہ سے ہِل نہیں سکتے ہماری کیا مدد کریں گے۔ اسی طرح ناواقف مسلمانوں کو خبط ہو گیا ہے کہ بزرگوں کی قبریں پوجنے لگے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ اولیاء، انبیاء، خدا کے کارخانے کے مختار ہیں جس کو چاہتے ہیں دیدیتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ بندے خود ہر چیز میں اللہ کے محتاج تھے۔ اب کہاں سے مختار ہو گئے۔

**خود ساختہ چیزوں کے پوجنے کا ذکر** اسی طرح بعض عورتوں اور بعض مردوں نے اپنے خیال سے جن، پری تراشے ہیں اور دریا پری، شاہ پری، آسمان پری نام رکھ لئے ہیں۔ ان نادانوں سے پوچھو کہ تم نے کیا ان کو آنکھوں سے دیکھا ہے؟ یا خدا نے تم کو بتلایا ہے؟ تم ان کو کہاں سے سمجھے جو اُن کو پوجنے لگے؟

اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہمیں جنوں کے وجود سے انکار ہے۔ کیونکہ جنوں کا وجود قرآن شریف سے ثابت ہے۔ لیکن شاہ پری، آسمان پری جو اپنی طرف سے نام ٹھہرا لئے ہیں اور ان کی منتیں مانتے ہیں اس میں کلام ہے۔

**چیچک میں مالن وغیرہ کا پوجنا حرام ہے** اسی طرح سے ہندوؤں اور مذہب سے ناواقف مسلمانوں کی عورتیں اور بعض نادان مسلمان، عورتوں کے کہے پر چلنے والے چیچک کے مرض میں خود بھی بُت پوجتے ہیں۔ اور مالن کو بھی بُلاتے ہیں۔ اگر ایسا ہوا کرتا کہ مسلمان کی لڑکی چیچک میں مر جاتی اور ہندو کی جیتی رہتی تو شاید کوئی مسلمان صاحب اولاد بُت پوجے بغیر نہ رہتا۔ اتنی سی بات نہیں سمجھتے کہ جیسے گرمی کی اور بیماریاں ہیں ویسے ہی

چیچک بھی ہے۔ اس کو مُردار دیوی بھوانی[1] سے کیا علاقہ؟
اللہ نے سچ فرمایا ہے "جو لوگ شرک کرتے ہیں وہ بڑے ناسمجھ ہوتے ہیں۔
صرف اپنے وہم وخیال پر چلتے ہیں نہ اُن کے پاس کوئی دلیل ہے اور نہ کوئی سند"
فی الحقیقت اگر ناسمجھ نہ ہوتے تو اللہ جیسے مالک کو چھوڑ کر اِدھر اُدھر کیوں بھٹکتے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

قُلْ اَرَاَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَھُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ اِیْتُوْنِیْ بِکِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ ھٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ پ۲۶

(سورۃ احقاف ۴۶ : ۴)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

آپ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) مشرکوں سے کہئے بھلا تم نے ان چیزوں کو دیکھا ہے جن کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو (ذرا) مجھے بھی تو دکھاؤ۔ انھوں نے زمین سے کونسی چیز پیدا کی ہے یا آسمانوں میں ان کی شرکت ہے؟ اگر سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب میرے پاس لاؤ۔ یا علم (انبیاء) سے کچھ منقول چلا آتا ہو۔ (تو اسے پیش کرو)

فائدہ:- جیسا ان لوگوں سے یہ پوچھا گیا تھا ویسا ہی اس زمانے کے لوگوں سے پوچھنا چاہیے۔ عقل کے نزدیک تو اس سے مانگنا چاہیے جس کو ظاہر میں کچھ قدرت ہو۔ تم جو امام اور پیروں سے مُرادیں مانگتے ہو تو کیا سمجھ کر؟ بھلا بتاؤ حضرت عباسؓ نے کونسا آسمان پیدا کیا؟ اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے کونسا

---

[1] بھوانی، گورا پاربتی، چیچک، سیتلا یہ ایک دیوی کا نام ہے جو چیچک کی مالک خیال کی جاتی ہے۔ ضلع گوڑگانوہ میں اس کا بڑا عالی شان مندر بھی ہے ۱۲ (چشتی)

دریا بہا دیا؟ اور سید سالار نے کونسی مکھی بنائی؟ اور شاہ مدار نے کونسی چیونٹی پیدا کی؟ اگر ان سے کچھ نہ بن سکا تو پھر تم کیوں گمراہ ہوئے؟ اور کیوں اُن سے مُرادیں مانگنے لگے؟ قرآن شریف سے زیادہ کونسی کتاب ہے جس پر تم چلتے ہو؟ یا ان بزرگوں نے تم سے کہہ دیا ہے کہ ہم بڑی قدرت والے ہیں۔ ہم سے اپنی حاجتیں مانگا کرو۔ اور ہمارے جھنڈے، نشان چڑھایا کرو۔ خدارا غور کرو اور سمجھو! تمھارے پاس اس کی کیا سند ہے؟

بہت سے نادان ایسی باتیں سُن کر کہتے ہیں کہ ہم جو اپنے پیروں سے مانگتے ہیں تو ہماری مُراد بر آتی ہے۔ دیکھو فلاں دفعہ ہم نے شاہ مدار سے بیٹا مانگا تھا ہم کو برابر ملا۔ اور ایک بار ناؤ ڈوبنے لگی تھی ہم نے سید سالار کو پکارا انھوں نے بچا لیا تو ان باتوں سے ہم کو معلوم ہو گیا کہ ان کو بڑی قدرت ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جیسے تم کہتے ہو ویسے ہی ہندو بھی کہتے ہیں کہ جو مُراد دیوی بھوانی سے مانگتے ہیں سو وہ ہم کو مل جاتی ہے۔ تو استغفراللہ ان کو بھی پوجنا چاہیئے۔ جیسے تمھارے پیروں کو قدرت ہے ویسے ہی بُتوں کو بھی ہے۔ توبہ! کیسا شیطان نے گمراہ کیا ہے۔ اصل بات مطلق نہیں سمجھتے۔

اس کی مثال اس طرح ہے جیسے ایک شخص کا چھوٹا لڑکا دودھ پینے کے سبب سے اپنی دایہ سے ہِل گیا ہے۔ مٹھائی اور جس چیز کو لڑکے کا جی چاہتا ہے وہ اپنی دایہ سے کہتا ہے۔ باپ جانتا ہے دایہ ہر چیز کہاں دے گی۔ وہ آپ اس کو لے دیتا ہے۔ یہ لڑکا ناسمجھ یہی جانتا ہے کہ یہ چیز مجھ کو میری دایہ نے دی ہے۔

---

| اللہ محض اپنے کرم سے بندوں کی حاجت روائی کرتا ہے لیکن بندہ اس میں بھی بزرگوں کا دخل سمجھتا ہے |
| --- |

اسی طرح اللہ اپنے بندوں پر باپ سے زیادہ رحیم ہے۔ ان کی حاجتیں خوب جانتا ہے اور اپنے کرم سے تمام حاجتیں برلاتا ہے۔ ہندو کم بخت اس کو بتوں کی طرف سے سمجھتے ہیں اور نادان مسلمان اپنے پیروں کی طرف سے لیکن انصاف کی بات یہ ہے جس کا کھایے اس کا گایئے :۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَھُمْ عَنْ دُعَآئِھِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ کَانُوْا لَھُمْ اَعْدَآءً وَّ کَانُوْا بِعِبَادَتِھِمْ کٰفِرِیْنَ

پ ۲۶ (سورۂ احقاف ۴۶ : ۵ و ۶)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو اللہ کو چھوڑ کر ایسے کو پکارے جو قیامت تک اس کو جواب نہ دے سکے اور ان کو ان کے پکارنے ہی کی خبر نہ ہو اور جب قیامت کو لوگ جمع کئے جائینگے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کریں گے۔

**فائدہ** :۔ اللہ کے سوا کسی کو کچھ اختیار نہیں ہے۔ جو لوگ بتوں یا بزرگوں سے مدد چاہتے ہیں اگر قیامت تک پکاریں گے تو بھی ان سے کچھ نہ ہو سکے گا۔ اور مدد تو وہ شخص کرے جس کو ان کے حال کی کچھ خبر بھی ہو۔ اس لئے اللہ نے فرما دیا کہ ان کو ان لوگوں کے پکارنے کی خبر ہی نہیں ہوتی ہے کہ ہم کو کون پکارتا ہے۔ یعنی غیب کی بات جاننا اور ہر جگہ حاضر و ناظر رہنا یہ اللہ ہی کی شان ہے۔ بندے اگرچہ پیغمبر ہی ہوں مگر اللہ کے بتائے بغیر کیا جانیں۔

عجب نادان لوگ ہیں، کوسوں اور منزلوں سے بزرگوں کو پکارتے ہیں کہ

یاحضرتِ فلاں ہماری مدد کرو۔ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ اتنی دُور سے کیونکر سنیں گے۔ کیا وہ سارے عالم میں گشت کرتے پھرتے ہیں۔ یا معاذ اللہ خدا ہیں جو سارے جہان میں حاضر و ناظر رہتے ہیں۔ زندگی میں تو دور کی بات تک نہیں سنتے تھے اب مرنے کے بعد خوب سننے لگے۔

دنیا میں خدا کے سوا جن کو پکارا جاتا ہے قیامت میں وہ اپنے پیرؤوں سے کہیں گے تم جھوٹے ہو

اور یہ عجیب بات ہے کہ قیامت کو لوگ اللہ کے سوا دنیا میں جس جس کو پکارتے تھے اور نذریں مانا کرتے تھے۔ ان کے پاس جائیں گے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اُن پر غصہ ہوں گے اور کہیں گے کہ تم جھوٹے ہو ہم نے تم سے کب کہا تھا کہ تم اپنی مرادیں ہم سے مانگا کرنا۔ بھلا بتاؤ یہ ہم نے کس کتاب میں کہا تھا۔ ہمارا کیا مقدور کہ ہم اللہ کے کام میں دخل دیں۔ ہماری بلا سے جیسا کیا ویسا بھگتو۔

اعتراض :۔ بعض نادان جب یہ سنتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی نبی ولی کو حاجت روائی کی قدرت نہیں ہے تو کہتے ہیں کہ یہ لوگ بزرگوں کے منکر اور بداعتقاد ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ معاذ اللہ ہم ان سے بداعتقاد نہیں ہیں۔ اتنا جانتے ہیں کہ وہ مقبول بندے ہیں، ان کو یہ مرتبہ اللہ کی غلامی اور تابعداری میں ملا ہے۔ لیکن تمہاری طرح خدا کے کام میں ان کو مختار نہیں جانتے ہیں۔ اور ٹھیک بات یہ ہے کہ جو جس کے ساتھ محبت اور اعتقاد رکھتا ہے تو اس کا طریقہ

سچی محبت اور سچے اعتقاد کا تقاضا

اختیار کرتا ہے۔ اگر تم کو اولیاء انبیاء کے ساتھ سچا اعتقاد ہوتا تو تم اُن کے فرمانے پر چلتے اور اپنی طرف سے ان کے حکم کے بغیر کچھ ایجاد نہ کرتے۔

اعتراض :۔ دین سے ناواقف لوگوں کا یہی معمول ہے کہ جب کچھ جواب

نہیں بنتا ہے اور کوئی بات بن نہیں آتی تو عاجز ہو کر یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ جو تم کہتے ہو کہ اللہ کے سوا کسی پیر پیغمبر سے مرادیں مانگنا درست نہیں۔ یہ بات تو نئی ہے۔ ہم نے اپنے باپ دادا سے بھی کبھی نہیں سنی۔ کیا پہلے عالم فاضل نہیں تھے؟ اب تم ہی ایک نئے پیدا ہوئے ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اس مسئلہ میں قرآن شریف کی آیتیں بیان کرتے ہیں۔ اور قرآن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُترے ہوئے بارہ سو برس ہو گئے اور جن امام اور پیروں سے تم مدد مانگتے ہو وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ ذرا سوچو اور انصاف کرو کہ اب تمھاری بات نئی ہے یا ہماری۔ اور ہر زمانہ کے عالم فاضل کتابوں میں شرک کی بُرائی لکھتے آئے ہیں۔ آج تک کسی دین دار عالم نے نہیں کہا ہے کہ اللہ کے سوا اولیاء انبیاء سے بھی مُرادیں مانگنا درست ہے۔ اور نہ کوئی عالم اور قرآن کا واقف یہ کبھی کہے گا۔ اور اگر تم کو ہماری بات میں کچھ شبہ ہے تو کسی اور عالم فاضل سے آیتوں کے معنی پوچھو۔ دیکھو یہی مطلب بیان کرتا ہے یا کچھ اور؟ شیعہ اور اہلِ سنت اس بات میں سب ہی متفق ہیں۔ شرک میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

تم اپنے باپ دادا سے کیا سنتے۔ جیسے تم ناواقف ہو اور قرآن حدیث کے معنی نہیں جانتے ویسے ہی وہ بھی ہوں گے۔ بھلا اندھا بھی کہیں اندھے کو راہ بتاتا ہے اور سیدھی بات تو یہ ہے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں کچھ باپ دادا پر ایمان نہیں رکھتے کہ جو اُن کی ہر بات کو مانیں۔ اگر باپ دادا کا طریقہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق ہو تو ہم ان کے تابع ہیں۔ اور نہیں تو ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر چلیں گے جن کا طریقہ سب طریقوں سے بہتر تھا۔

ہم تم سے پوچھتے ہیں اگر تمھارے باپ دادا مفلس ہوں، روپے پیسے کو محتاج اور تم کو خدا اپنے کرم سے مال و دولت دیدے تو تم اس مال کو رکھو گے یا پھینکدو گے۔ کہ ہمارے باپ دادا کے پاس تو مال نہ تھا ہم کو بھی نہ لینا چاہیئے۔

افسوس! دین کے قبول کرنے میں تو رسول کے فرمان کے خلاف باپ دادا کی پیروی کرتے ہیں اور مال لینے میں کوئی دریغ نہیں۔ عجیب اتفاق ہے کہ جیسے اس زمانے کے نادان مسلمان باپ دادا کی رسم اور عادت کو دلیل پکڑتے ہیں اور منع کرنے والوں کو جواب دیتے ہیں ویسے ہی مکّہ کے کافر پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیتے تھے۔ چنانچہ اس آیت میں اسی حقیقت کو بیان کیا ہے:۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ۝

(سورۂ بقرہ ۲: ۱۷۰) ۲/۵

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اور جب ان کافروں سے کہا جاتا ہے کہ اس پر چلو جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے تو کہتے ہیں ہرگز نہیں ہم تو اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو دیکھا ہے اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ نہ سمجھتے ہوں اور نہ سیدھے رہتے ہوں (تب بھی وہ انہی کی تقلید کئے جائیں گے)۔

باپ دادا کی اتباع بھی اسی وقت تک درست ہے جب تک شریعت کے خلاف نہیں۔

فائدہ:۔ باپ دادا کی تابعداری وہیں تک بہتر ہے جہاں تک شریعت کی مخالفت نہ ہوتی ہو۔ اور جب معلوم ہو گیا کہ ان کی رسم خدا کے حکم کے خلاف ہے پھر اس پر چلنا ہرگز روا نہیں۔

کیا غضب ہے کلمہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھیں اور راہ شیخ سدو کی چلیں۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ

وَاِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَحْدَہُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ وَاِذَا ذُکِرَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ اِذَا ھُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ (سورۂ زمر ۳۹: ۴۵)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اور جب تنہا خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل بھچنے لگتے ہیں اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو خوش ہو جاتے ہیں۔

اللہ کے ذکر سے ناخوش ہونا کافروں کی عادت ہے

**فائدہ** :- افسوس! اس زمانے کے نادان مسلمانوں کی عادت اگلے کافروں کی سی ہو گئی ہے۔ کہ محض اللہ کے ذکر سے یہ کبھی خوش نہیں ہوتے ہیں۔ یعنی جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو کچھ اختیار نہیں۔ اور اس کے سوا کسی کی نذر نیاز ماننا درست نہیں تو منھ بگاڑ کر سُن ہو جاتے ہیں۔ اور جب خدا کے سوا مدار، سالار کے جھنڈے، نشان کا ذکر ہو تب خوش ہوتے ہیں۔

بعض قرآن سے ناواقف کہتے ہیں کہ انبیاء اولیاء خود مستقل مالک تو نہیں لیکن ان کی منت مان کر نذر نیاز کرنا اور ان سے حاجتیں مانگنا اس نیت سے کہ یہ اللہ کے حکم سے عالم کی حاجت روائی کرتے ہیں درست ہے۔

اس کا **جواب** یہ ہے کہ اگر تم سچ کہتے ہو تو اس بات کو کسی آیت یا کسی حدیث صحیح سے ثابت کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہو کہ انبیاء، اولیاء کو میں نے اپنی طرف سے مختار کر دیا ہے۔ میرے حکم سے پانی برساتے ہیں، اولاد دیتے ہیں، بیماروں کو اچھا کرتے ہیں، ان کی منت مان کر لوگ نذر نیاز کیا کریں۔ اور اگر یہ قرآن حدیث میں نہیں ہے اور تم اپنی طرف سے کہتے ہو تو بہت برا کرتے ہو۔ مسلمان کو یہ لازم نہیں کہ دین میں اپنی ناقص عقل کو دخل دے۔ ہاں البتہ

یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فرشتے اکثر کاموں پر مامور ہیں۔ مگر یہ اختیار ان کو بھی نہیں کہ جو چاہیں سو کریں۔ بہر ہر کام پر جیسا حکم ہوتا ہے ویسا کرتے ہیں۔ اب کوئی شخص فرشتوں کو مختار جان کر کچھ مانگے تو اس کی نادانی ہے کیونکہ وہ تو محض بے اختیار ہیں حکم کے تابع ہیں

**مشرکین کا شرک کس قسم کا تھا؟** یہ جاننا چاہئے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے مشرک یہ نہیں کہتے تھے کہ بُت اللہ کے برابر ہیں۔ وہ بھی یہی کہتے تھے کہ سب کا مالک اللہ ہی ہے لیکن بُت ہمارے سفارشی ہیں۔ اس کے حکم سے ہماری حاجت روائی کرتے ہیں چنانچہ اس آیت میں مذکور ہے:۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی

أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ أَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى۔ ۲۳/۱۵ (سورۂ زمر ۳۹: ۳)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

سن لو! خالص عبادت خدا ہی کے لئے (زیبا) ہے اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور کارساز بنا رکھے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ وہ ہمیں خدا کا مقرب بنا دیں۔

اور اسی طرح دوسری آیت میں ہے:۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ أَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحٰنَهٗ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اور یہ مشرک اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ تو انہیں نقصان پہنچا سکتی ہیں نہ فائدہ۔ اور کہتے ہیں (ہم ان کی اس لئے پرستش کرتے ہیں کہ) یہ اللہ کے حضور ہمارے سفارشی ہیں (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہدیجئے کہ کیا

وَ تَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝

پ ۱۱

(سورۃ یونس ۱۰: ۱۸)

اللہ کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو جو اس کو معلوم نہیں نہ آسمانوں میں ہے اور نہ زمین میں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اور بلند ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

**فائدہ:۔** ان دو آیتوں سے صاف معلوم ہوگیا کہ عرب کے کافر بتوں کو اللہ کے برابر نہیں سمجھتے تھے لیکن کارندے اور مختار جان کر ان کی نذر نیاز کرتے تھے۔ خدا نے اس کو بھی شرک ٹھہرایا۔

افسوس جس شرک کے مٹانے کے واسطے قرآن شریف اُتارا گیا اور پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کافروں سے جہاد کیا اسی میں اب مسلمان مبتلا ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ کافر بتوں سے حاجتیں مانگتے تھے اور اب لوگ بتوں سے نہیں مانگتے لیکن پیروں سے مانگتے ہیں۔ اس کے لئے وہی مثل ہے گائے دونوں طرح مری، قصائی سے بچی تو شیر کے پالے پڑی۔ جیسے کافر کہتے تھے کہ سب کا مالک اللہ ہے اور پھر اس کو چھوڑ کر اوروں سے مدد چاہتے تھے ویسے ہی یہ لوگ بھی کرتے ہیں۔

**شیطان کے گمراہ کرنیکے پھندے**

غرض شیطان انسان کا جانی دشمن ہے۔ وہ بھلا ہرگز نہیں چاہتا کہ آدمی اللہ تک پہنچے۔ کسی کو بت کے پاس اٹکاتا ہے اور کسی کو پیر کے پاس لے جاتا ہے۔ اصل مطلب دونوں کو دور پٹکنا ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا رَّجُلًا فِیْہِ شُرَکَآءُ مُتَشٰکِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ط هَلْ یَسْتَوِیٰنِ مَثَلًا ط اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتا ہے ایک آدمی (غلام) ہے جس میں کئی بدمزاج شریک ہیں۔ اور ایک آدمی غلام ہے ایک شخص کا۔ بھلا کیا

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ | دونوں کی حالت برابر ہرگز نہیں) سب خوبیاں اللہ کو سزاوار ہیں مگر بہت سے لوگ نہیں سمجھتے

پ ۲۳ (سورۂ زمر ۳۹: ۲۹)

**در در مانگنے سے بہتر ہی کہ ایک ہی در سے مانگے**

**فائدہ:۔** جو شخص کئی آدمیوں کا غلام ہوتا ہے کوئی اس کو اپنا نہیں سمجھتا اور نہ کوئی اس کی پوری خبر گیری کرتا ہے۔ اگر وہ غلام کسی سے کچھ مانگتا ہے تو ایک دوسرے پر ٹالنے لگتا ہے کہ اَوروں سے بھی مانگ۔ کیا تو صرف میرا ہی ایک غلام ہے؟ اور جو شخص ایک کا غلام ہو تو وہ اس کو اپنا سمجھتا ہے اور پوری خبر گیری کرتا ہے۔ کیوں کہ مالک جانتا ہے کہ میرے سوا اس کا اور کون ہے۔ یہ اللہ نے اس کی مثال بیان فرمائی ہے جو صرف اللہ کو اپنا مالک جانتا ہے اور اس کے سوا کسی سے مدد نہیں مانگتا۔ اور جو کئی سے امید رکھتا ہے اُسے کوئی نہیں پوچھتا۔

**مشرک کو کبھی چین نصیب نہیں ہوتا**

حقیقت میں شرک کرنے والا بڑی مصیبت میں گرفتار ہے۔ اس کا دل ہر طرف بٹا ہوا ہے۔ کبھی شاہ مدار سے کہتا ہے، کبھی سپہ سالار سے التجا کرتا ہے۔ کبھی حضرت عباسؓ کے آگے ناک رگڑتا ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ سید عبدالقادر جیلانیؒ بڑے پیر ہیں۔ لاؤ ان کی منت مانوں۔ شاید وہی مجھ پر کرم کریں۔ لیکن جو شخص صرف اللہ ہی سے امید رکھتا ہے وہ بڑے چین اور آرام میں ہے کہ ایک بڑے مالک کا دروازہ پکڑ لیا ہے کیوں کہ وہ خوب جانتا ہے کہ نبی ولی سب اس کے بندے ہیں۔ کسی کو کچھ اختیار نہیں۔ اس کا دھیان کسی طرف نہیں جاتا بس اسی سے لَو لگائے رہتا ہے کیونکہ وہی کارساز ہے[۱]۔

---

[۱] ارشاد باری ہے: اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (کیا خدا اپنے بندوں کو کافی نہیں ہے) پ ۲۴ (سورۂ زمر ۳۹: ۳۶)

شرک کرنیوالوں کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ ہیں

شرک کرنے والوں کی عاقبت تو تباہ ہے ہی مگر دنیا میں بھی بڑا نقصان ہے کہ دور دور منزلوں سے خرچ کرکے قبریں پوجنے جاتے ہیں اور ہزاروں روپے نذر نیاز میں اٹھاتے ہیں تو عاقبت بھی کھوئی اور دنیا بھی۔ ان کی وہی مثل ہے کہ "دونوں دین سے گئے پانڈے، نہ ادھر حلوا اور نہ اُدھر مانڈے"[1]۔

| اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- | قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی |
| --- | --- |
| لوگو! مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا۔ | وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ |
| | پ۲۴ (سورۂ مومن ۴۰ : ۶۰) |

یعنی مجھے بادشاہوں اور حاکموں کی طرح سے نہ سمجھنا کہ سلطنت اور سرداری کے غرور سے کسی کی بات نہیں سنتے ہیں باوجودیکہ میں سارے جہان کا مالک ہوں لیکن میری صفت کریم اور رحیم ہے۔ ہر ایک اعلیٰ اور ادنیٰ کی بات سنتا ہوں۔ تم کو جو حاجت ہو مجھ سے کہا کرو۔ میں اپنے کرم سے تمہاری دعا قبول کروں گا۔

فائدہ:- خیال تو کرو اللہ تو لوگوں کو مہربانی سے اپنی طرف بُلاتا ہے اور یہ نادان لوگ کدھر بہکے جاتے ہیں۔ مثل ہے ایک شخص کا پیسہ روزِ روشن میں میدان کے بیچ گر پڑے اور وہ شخص چراغ جلا کر تلاش کرنے لگے تو اس کو لوگ کہیں گے کہ یہ شخص بڑا احمق ہے، سورج کی روشنی ہوتے ہوئے چراغ کو لئے پھرتا ہے۔ اسی طرح

---

[1] ضرب المثل اس طرح ہے "پانڈے دونوں دین سے گئے حلوا ملے نہ مانڈے" اس کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ فائدے کی ہوس میں گھر کا بھی کھو بیٹھے، یا ہر حال میں نقصان اٹھانے کے وقت بھی بولتے ہیں۔ ملاحظہ ہو نجم الامثال از محمد نجم الدین دہلوی ص ۹۳ مطبوعہ دہلی ۱۲ چشتی

وہ لوگ ہیں جو اللہ کے جیسے داتا کے ہوتے ہوئے اوروں سے حاجتیں مانگتے ہیں اور اندھے کی طرح ہر ایک کی طرف بھٹکتے پھرتے ہیں۔

انسان پر اللہ کا کرم | اللہ تعالیٰ تو ایسا کریم ہے کہ تم پہلے کچھ نہ تھے تم کو اشرف المخلوقات میں سے بنایا۔ اگر سور اور کتا کر دیتا تو تم کیا کرتے۔ یہ اس کا کرم نہیں تو اور کیا ہے کہ اس نے تم کو آدمی بنایا۔ پھر تمہارے بغیر کہے تم کو روح، دل، ہاتھ، پیر، آنکھ، ناک، کان دیئے۔ ایک آنکھ ہی وہ نعمت ہے کہ اگر کوئی تم کو لاکھ روپے دے اور تم سے آنکھ مانگے تو تم کبھی دینے پر تیار نہ ہو۔

بھلا سوچو! جس نے تم کو بغیر مانگے یہ نعمتیں دیں کیا اب مانگنے سے نہ دے گا جو تم اِدھر اُدھر ایمان خراب کرتے پھرتے ہو۔ آدمی کو سوچنا چاہئے کہ اللہ سے کونسی غرض پوری نہیں ہو سکتی ہے۔ جو دوسروں کی حاجت ہو۔

مسلمانو! جب تم کو قرآن شریف سے صاف معلوم ہو گیا کہ اللہ کے سوا کوئی مالک اور داتا نہیں۔ اور نہ کسی پیر پیغمبر کو اس نے اپنی طرف سے مختار کیا ہے تو بس اُسی سے تعلق رکھو۔

اگر قرآن پر ایمان رکھتے ہو اور خدا کو مُنہ دکھانا ہے تو اسی کے حکم پر چلو۔ اور اس کے سوا کسی سے حاجتیں نہ مانگو۔ جب تک تم کو معلوم نہ تھا لاچار تھے۔ اب تم پر فرض ہے کہ شرک سے توبہ کرو۔

---

جس کا اللہ یار ہے اس کا بیڑا پار ہے | خدارا! ضد نہ کرو، اپنے دل میں سوچو کہ شرک چھوڑنے میں تمہارا کیا نقصان ہے۔ اگر پیروں کے چھوٹنے کا

غم ہے تو اللہ جیسا مالک تم کو ملتا ہے جس سے پیر بھی اپنی حاجتیں مانگا کرتے تھے۔ اور اگر بغیر خرچ کئے تم سے نہیں رہا جاتا ہے تو جس قدر مال تم پیروں پیغمبروں کی منت میں اُٹھاتے تھے سواب اللہ کی نذر میں اٹھاؤ۔ جب تم کو اللہ مل گیا پھر کب دوسرے کی پرواہ رہی۔ مثل مشہور ہے "جس کا اللہ یار ہے اس کا بیڑا پار ہے" ۞

# تیسری فصل

## اُن چیزوں کا بیان جو اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے خاص کرلی ہیں اور اُن کا کسی دوسرے کے لئے کرنا روا نہیں

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے واسطے کئی چیزیں خاص کی ہیں جو دوسرے کو کرنا درست نہیں۔ جیسا کہ دنیا میں بادشاہوں نے تخت پر بیٹھنا اپنے واسطے مخصوص کرلیا ہے۔ کہ دوسرا اگرچہ وزیر ہو مگر اس پر نہیں بیٹھ سکتا۔

اُن میں سے اوّل سجدہ ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۞ ۲۴/۱۹

(سورۂ حم السجدہ ۴۱ : ۳۷)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

تم لوگ نہ تو سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ خدا ہی کو سجدہ کرو جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا اگر تم کو اسی کی عبادت منظور ہے۔

سجدہ صرف اللہ کے لئے ہے۔ اور کے آگے سجدہ کرنا روا نہیں۔

**فائدہ**:- سجدہ کے لائق وہی ذات ہے جس کو پیدا کرنے کی قدرت ہو۔ اور جو خود اپنے پیدا ہونے میں دوسرے کا محتاج ہو اس کو سجدہ کرنا جائز نہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوگیا کہ اولیاء کی قبروں کو اور تعزیہ کو سجدہ کرنا حرام ہے۔
بعض ناواقف کہتے ہیں فرشتوں نے حضرت آدم[۱] علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا
اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف[۲] علیہ السلام کو۔ بس اسی طرح

---

[۱] یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو جو سجدہ کیا تھا وہ بھی خدا کے حکم سے کیا تھا۔ جیسا کہ آیت پاک میں ہے:۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ٭ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ۝ (پ۱ سورۂ بقرہ) (اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو وہ سب سجدے میں گر پڑے مگر شیطان نے انکار کیا اور غرور میں آکر کافر بن گیا) اب شریعتِ اسلامیہ نے خدا کے سوا اور کو سجدہ روا نہیں رکھا لہٰذا غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ٹھہرا۔ (چشتی)

[۲] برادرانِ یوسف علیہ السلام نے آپ کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا وہ سب کو معلوم ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی کا جو صدمہ ہوا وہ بھی کچھ کم نہ تھا۔ آنکھوں کی روشنی تک جاتی رہی تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب اپنا کرتہ بھیجا تو بینائی آئی اور پھر آپ کے بھائی حضرت یعقوب علیہ السلام کو شام سے لے کر مصر آئے اور آپ کے محل میں پہنچے۔ آپ نے انھیں تخت پر بٹھایا۔ مگر دستور کے مطابق سب نے آپ کو سجدہ کیا۔ چنانچہ آیت پاک میں اس کا ذکر ہے:۔ وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ (پ۱۳ سورۂ یوسف ۱۲: ۱۰۰) (اور اپنے والدین کو تختِ شاہی پر بٹھایا اور سب کے سب یوسف علیہ السلام کے آگے سجدے میں گر گئے)

اس وقت دستور یہی تھا کہ کمتر بالاتر کو اور رعیت بادشاہ کو سجدہ کرتی تھی۔ یہ طریقہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد تک قائم رہا مگر بعد میں یہ بھی جائز نہ رہا (تفسیر ابن کثیر۔ صفحہ ۴۹۱۔ جلد ۲)

تمام مفسرین کا اس امر پر اجماع (اتفاق) ہے کہ یہ سجدہ خواہ کسی طرح کا ہو بہرحال یہ سجدۂ تحیۃ

(باقی برص ۴۹)

ہم بھی بزرگوں کو کرتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ سجدہ کرنا پہلی شریعتوں میں جائز تھا۔ لیکن ہمارے پیغمبر علیہ السلام کے دین میں قطعاً جائز نہیں۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کے وقت میں سگی بہن سے نکاح کرنا درست[1] تھا اور اب حرام ہے۔

---

(بقیہ صفحہ ۴۸) (شکر) اور سجدۂ تعظیمی تھا۔ سجدۂ عبادت نہ تھا (تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۲۶۵) مگر شریعتِ اسلامیہ نے اس فرق ہی کو سرے سے مٹا دیا اور ہر طرح کا سجدہ خواہ سجدۂ تحیۃ ہو یا تعظیمی یا سجدۂ عبادت وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے لئے جائز اور روا ہے کسی اور کے لئے جائز نہیں۔ رسولِ خدا نے اگر کسی کو ایسا کرتے دیکھا تو فوراً ٹوکا اور صاف ممانعت فرما دی چنانچہ حدیث میں وارد ہے۔" ایک مرتبہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا شام جانا ہوا آپ نے وہاں لوگوں کو دیکھا کہ اپنے مذہبی پیشواؤں کو سجدہ کرتے ہیں۔ جب واپس آئے تو آپ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح سجدہ کیا۔ آپ نے فرمایا معاذؓ یہ کیا حرکت ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اہل شام کو اپنے مذہبی پیشواؤں کو اسی طرح سجدہ کرتے دیکھا ہے جب وہ ان کو سجدہ کر سکتے ہیں تو آپ اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا دیکھو اگر میں کسی کے لئے سجدہ روا رکھتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ کیونکہ اس سے شوہر کے حق کی برتری کا یہی تقاضا ہے لیکن اسلام میں ایسا نہیں"۔ اسی طرح کا ایک واقعہ اور ہے:۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اسلام لاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں کسی گلی سے آتا ہوا دیکھا۔ دیکھتے ہی سجدہ میں گر گئے آپ نے فرمایا سلمان کبھی مجھے سجدہ نہ کرنا۔ سجدہ صرف اللہ ہی کو سزاوار ہے جو حی (زندہ) ہے اور زندہ ہی رہیگا۔ (تفسیر نعیمی صفحہ ۲۵۱ ج ۱)

[1] حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں اگر ایسا ہوا تھا تو وہ محض افزائش نسل آدم کی وجہ سے تھا جو بعد میں منسوخ ہو گیا ۱۲ (چشتی)

| روزہ صرف اللہ کے لئے ہے کسی اور کے لئے جائز نہیں |
| --- |

دوسرے روزہ رکھنا بھی اللہ کے سوا کسی دوسرے کے لئے روا نہیں۔ نادان لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا روزہ رکھتے ہیں، بعض پورے دن کا، بعض ہندوؤں کی طرح سوا پہر کا۔ روزہ رکھنا عبادت ہے اور عبادت اللہ کے سوا کسی کی درست نہیں۔ اللہ کے لئے روزہ رکھنا اور اس کا ثواب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روح کو بخشنا البتہ درست ہے۔

| قربانی صرف اللہ کا حق ہے کسی اور کے لئے جائز نہیں |
| --- |

تیسرے جانور کا ذبح کرنا، یہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے۔

| قَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ[1] | رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس پر لعنت کرے جو اللہ کے سوا کسی اور کے واسطے جانور ذبح کرے۔ |
| --- | --- |

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سید احمد کبیر کی گائے اور شیخ عبد القادر جیلانی کا بکرا کہنا، ان کا نام رکھ کر ذبح کرنا درست نہیں۔ لیکن جانور کا کھانے اور بیچنے کے واسطے ذبح کرنا درست ہے۔ یہ شرک اور منت نہیں کیوں کہ یہاں صرف گوشت سے غرض ہے اور جو جانور کہ پیروں اور بتوں کے واسطے ذبح ہو اس کا گوشت کھانا اس آیت کے بموجب درست نہیں۔

| قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ۔ پ۵ (سورۃ مائدہ۔ ۵: ۳) | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ تم پر حرام ہے مردہ جانور اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور بھی جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے۔ |
| --- | --- |

[1] سنن نسائی مع شرح زہر الربی مطبع نظامی کانپور ۱۲۹۰ھ ص ۶۷۶۔

**فائدہ** :- نام دو طرح سے پکارا جاتا ہے۔ ایک تو ذبح کرنے سے پہلے نام رکھ دینا۔ یہ بکرا عبدالقادر جیلانی کا ہے یا شیخ سدو کا یا بھوانی کا بھوگ ہے۔ دوسرے ذبح کرنے کے وقت نام لینا، سو اب لوگ ذبح کے وقت بموجب عادت اللہ اکبر ہی کہتے ہیں مگر ذبح سے پہلے اللہ کے سوا کسی اور کے نام سے مشہور کر دیتے ہیں۔ جب پہلے سے نیت بگڑی ہوئی ہے تو اللہ اکبر کے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ ہر چند بعض کٹھ ملا بے علم اس مسئلہ میں تکرار کرتے ہیں۔ لیکن علماء کا صحیح مذہب یہی ہے کہ ایسے جانور کا گوشت کھانا بھی روا نہیں۔ سیدھی اور صاف بات یہی ہے کہ جس چیز میں شبہ پڑ گیا۔ اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

**نذر کی تعریف** | چوتھے نذر نیاز ماننا۔ یہ بھی اللہ کے واسطے خاص ہے۔ یعنی یوں کہنا الٰہی اگر اپنے کرم سے تو اس بیمار کو اچھا کر دے تو میں دس فقیروں کو کھانا کھلاؤں یا دو روزے رکھوں، اس کا نام نذر ہے۔ اور جب قرآن سے ثابت ہو چکا کہ اللہ کے سوا کسی کو حاجت برآری کی قدرت نہیں تو پیروں پیغمبروں کی نذر ماننا اور منت ماننا محض بے فائدہ[1] ہے۔ مسلمان کو لازم ہے کہ جب اس کو کچھ ہو (مثلاً بیماری وغیرہ)

---

[1] اسی وجہ سے نذر ماننا شریعت میں کچھ پسندیدہ بات نہیں اور حدیث میں اس کی ممانعت ہے چنانچہ "جامع الترمذی" میں ہے :- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْذِرُوْا فَاِنَّ النَّذْرَ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْقَدَرِ شَیْئًا وَاِنَّمَا یُسْتَخْرَجُ بِهٖ مِنَ الْبَخِیْلِ (ترمذی ص۲۰۰)

("حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نذر نہ مانا کرو کیوں کہ نذر مقدر کو نہیں ٹال سکتی (اور نہ کچھ فائدہ دیتی ہے) بس اس کے ذریعہ بخیل کا مال نکالا جاتا ہے")

ایسے موقعوں کے لئے شریعت نے صدقہ رکھا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ صدقہ

(باقی بر صفحہ ۵۲)

اللہ ہی کی نذر ماننے۔ نذر کرنا صرف کھانے پر موقوف نہیں بلکہ سارے نیک کاموں پر نذر کرنا درست ہے۔ جیسے روزے رکھنا، نفل نماز پڑھنا، کنواں کھودنا، مسجد بنوانا۔

اس زمانے کے لوگ ناواقفی کے سبب فاتحہ کو نذر نیاز کہتے ہیں۔ یہ لفظ اللہ ہی کو خاص ہے۔ اللہ کے لفظ کو دوسری جگہ بولنا ادب سے بعید ہے۔ فاتحہ کہنے میں کیا قباحت اور برائی ہے جو اس کو نذر نیاز کہتے ہیں ؂

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۱) اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو ختم کرتا اور انسانی خطاؤں اور کوتاہیوں کو بھی مٹا دیتا ہے۔

"جامع الترمذی" میں ہے:۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلصَّدَقَةُ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ عَنْ مِیْتَةِ السُّوْءِ

(جامع الترمذی بحوالہ تیسیر الوصول ج ۲ ص ۳۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ اور خیرات پروردگار کے غضب کو ختم کر دیتا اور بری موت سے بچاتا ہے۔

سنن ابن ماجہ میں ہے:۔ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِیْئَةَ كَمَا یُطْفِئُ النَّارَ الْمَاءُ (اور صدقہ خطاؤں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے)

(سنن ابن ماجہ مع حاشیۃ السندی طبع مصر ج ۲ ص ۴۷۳)

# چوتھی فصل

## رسوماتِ شرک

شرک کی جو رسمیں ہندوستان میں رائج ہیں وہ بے شمار ہیں۔ سب کو بیان کرنا مشکل ہے۔ اس لئے یہاں چند رسموں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اسی پر اوروں کو قیاس کرنا چاہیئے۔ لیکن خیال کرنے سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں جتنی رسمیں رائج ہیں وہ دو قسم کی ہیں۔ بعض تو وہ ہیں جن کا ایک طریقہ سے کرنا جائز ہے اور دوسرے طریقہ سے ناجائز۔

نجومی اور پنڈت سے غیب کی خبریں معلوم کرنا درست نہیں

**فائدہ:**۔ پہلی قسم: جیسے نجومی اور پنڈت سے شادی اور بیاہ کی تاریخ پوچھنا، یا سفر کے واسطے یا حویلی بنانے کے وقت نیک و بد ساعت کا دریافت کرنا ہرگز درست نہیں۔ یہ صاف شرک ہے۔ کیونکہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ غیب کی بات تو پیغمبرِ خدا کو بھی معلوم نہ تھی۔ دوسرے کی کیا حقیقت ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ اَتٰى كَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ [1]

پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو غیب کی بات بتلانے والے کے پاس گیا پھر اس کی بات کو سچا جانا سو وہ قرآن سے بے بہرہ ہو گیا۔

---

[1] جامع الترمذی "باب ما جاء فی کراہیۃ اتیان الحائض" میں یہ حدیث کچھ اختلافِ الفاظ کے ساتھ موجود ہے ۱۲ چشتی

یعنی قرآن میں تو یہ حکم ہے کہ غیب کی بات اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں اور جب کسی نجومی یا پنڈت سے نیک و بد ساعت پوچھے تو گویا قرآن کا انکار کیا۔ اور ایسے شخص کا دوزخ کے سوا ٹھکانا کہاں؟ پنڈت اپنی طرف سے دس باتیں بنا کر بتلادیتے ہیں۔ اس میں کبھی کوئی ٹھیک بھی نکل آتی ہے۔ نادان سمجھتے ہیں کہ ان کی سب باتیں سچ ہوں گی۔ یہ خیال نہیں کرتے کہ اگر یہ لوگ سچے ہوتے تو اپنی بہتری کی پہلے فکر کرتے۔ پھٹی دھوتی باندھے دروازے دروازے کیوں مارے مارے پھرتے۔

مشرکانہ منتر پڑھنا حرام ہے | اسی طرح ایسے منتر پڑھنا حرام ہے کہ جس میں ہنومان[۱] اور لونا چماری[۲] کی دہائی ہو۔ اور اسی طرح بعض ایسے مناقب بھی جس میں شرک کا مضمون ہو جیسے یہ بیت ہے ؎

علی جو چاہیں تو مقصد کو سربراہ کریں
گدا کو چاہیں تو ایک پل میں بادشاہ کریں

---

[۱] ہنومان: رامچندر جی کے دوت یعنی جاسوس اور سپہ سالار جو بندر کی شکل میں ہے اور جس کو دیوتا کا درجہ بھی حاصل ہے۔ جگہ جگہ اس کے مندر بھی ہیں (فرہنگ آصفیہ مؤلفہ سید احمد دہلوی مطبوعہ رفاہ عام پریس لاہور)

[۲] لونا چماری: بنگالہ کی ایک مشہور جادوگرنی کا نام ہے جس کی نسبت عالمگیر نامہ میں لکھا ہے کہ ہندوستان کے جادوگروں کی جگت استانی لونا چماری اور اس کے گرو گھنٹال میاں اسمٰعیل جوگی کے مندر جن کے شیطانی نام جادو ٹونے کے منتروں میں کامروپ دیس کے ساتھ ایسی باتوں کے معتقد اکثر جپا کرتے ہیں۔ قلعہ نانند و واقع ملک آسام مقام کوچ بہار کے متصل، پہاڑ کی چوٹی پر نیچے سے اوپر تک اب تک بنے ہوئے ہیں جن کی سیڑھیاں ایک ہزار کے قریب ہوں گی (فرہنگ آصفیہ ص ۲۲۵ ج ۴)

جاہل لوگوں نے شعر کہنا سیکھ لیا ہے جو جی میں آتا ہے سو بکنے لگے۔ انکو درست اور نادرست کی کیا تمیز ہے۔

اسی طرح نبی بخش، سالار بخش، عبد النبی، بندۂ علی، بندۂ حسن نام رکھنا بھی برا ہے۔ شرع میں ایسے نام رکھنا درست نہیں۔ کیوں کہ قرآن شریف کی آیتوں سے پہلے معلوم ہو چکا کہ خدا کے سوا کسی پیغمبر کو بھی بخشنے کی قدرت نہیں۔ لوگ دین سے کس قدر بیگانہ ہو گئے ہیں کہ اللہ کے بندے ہو کر بندوں کے بندے ہوتے ہیں۔ عبد اللہ، عبد الرحمٰن میں کیا قباحت ہے جو عبد النبی اور بندۂ علی نام رکھتے ہیں حقیقت میں نادان کی محبت بھی اچھی نہیں کہ وہ رضامندی اور ناراضگی کے موقع اور محل کو ہرگز نہیں سمجھتا۔ ہر چند معنی کے لحاظ سے نام کم رکھے جاتے ہیں لیکن ایسا نام رکھنا جس میں شرک ظاہر ہوتا ہو روا نہیں۔

**چند مشرکانہ رسمیں** اسی طرح سر پر شاہ مدار کی چوٹی رکھنا اور نیزے کھڑے کرنا منت کرکے قبروں پر چادر چڑھانا، چراغ جلانا، پیروں کے واسطے جانوروں کا ذبح کرنا، امام ضامن کا پیسہ بازو پر باندھنا، چوراہے میں صدقہ رکھنا تین کوڑی کی پیر نصیر الدین[1]

---

[1] نصیر الدین بن مخدوم علاؤ الدین سندیلی (المتوفی سنہ ۷۶۴ھ) آپ سادات میں سے ہیں۔ سندیلہ میں پیدا ہوئے آپ کے والد مخدوم سید علاؤ الدین سندیلی چونکہ شاہ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے اجلۂ خلفاء میں سے تھے اسلئے آپ نے اپنے فرزند کا نام بھی پیر و مرشد کے نام پر نصیر الدین رکھا۔ اور خود سلوک کی تعلیم دی۔ کاکوری میں ہندوؤں سے ایک معرکہ کے اندر جام شہادت نوش کیا۔ اور یہیں ہوتے تالاب کے پاس سرِ راہ آپ کا مزار ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ مزار بجائے شمال و جنوب یعنی قبلہ رُخ ہونے کے مشرق و مغرب میں یعنی شمال رُخ بنا ہوا ہے۔ یہاں آپکی یہ کرامت بہت مشہور ہے کہ جس شخص کی کوئی چیز گم ہوجائے اور وہ تین کوڑی کی شیرینی پر آپ کی نذر مانے تو گم شدہ چیز فوراً مل جاتی ہے اسی وجہ سے آپ یہاں تین کوڑیہ پیر کے نام سے مشہور ہیں۔

کی شیرینی ماننا، چیچک کی بیماری میں مالن کو بلوانا، گائے کا گوشت نہ پکوانا، یہ سب شرک کی رسمیں ہیں جو کسی طرح درست نہیں۔

دوسری قسم :۔ جیسے حضرت عباسؓ کی حاضری، بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صحنکؔ[1]، شیخ عبدالقادر جیلانی کی گیارہویں، شاہ مدار کا مالیدہ، بوعلی قلندر[2] کی سہ منی[3]، شاہ عبدالحق کا اس نیت سے توشہ کرنا کہ یا حضرت تم ہمارا فلاں کام کردو، یہ حرام ہے۔ اور نہایت برا اور صاف شرک ہے۔ چنانچہ اس کا حال خوب بیان ہوچکا اور اگر منت نہیں ہے صرف ان کی روح کو ثواب پہنچانا منظور ہے تو درست ہے مگر پہلی نیت سے کرنا درست نہیں۔

---

[1] صحنک، چھوٹا طباق، مٹی کی رکابی، بعد میں اس کھانے کو صحنک کہنے لگے جو اس میں رکھا جاتا ہے اور جس پر بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نیاز دلوائی جاتی ہے۔

[2] بوعلی قلندر: آپ کا نام شرف الدین بن فخر الدین ہے۔ مگر کنیت بوعلی (ابوعلی) سے زیادہ مشہور ہیں حضرت شمس تبریز (شمس الدین تبریزی) کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اور بڑے خدا رسیدہ مجذوب تھے۔ جذب کی حالت طاری رہنے کے باوجود ساری عمر میں بس ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ کچھ مونچھیں بڑھ گئیں۔ کسی کو کاٹنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ مگر مولانا ضیاء الدین سنامیؒ یہ خلافِ شریعت حرکت برداشت نہ کرسکے۔ قینچی لی اور آگے بڑھ کر لبیں لیلیں۔ شاہ بوعلی قلندرؒ نے آپ کے اس عمل کی ہمیشہ قدر کی۔ دیکھو مجذوب ہونے کے باوجود شریعت کی حدود سے کبھی تجاوز نہ ہوسکا۔ بزرگی اسی پابندی سے ملا کرتی ہے۔ ۱۲ یا ۱۳ رمضان المبارک ۷۲۴ھ میں انتقال فرمایا۔ پانی پت میں آپ کا مزار ہے۔

[3] سہ منی: تین من، یعنی فاتحہ کا تین من کھانا یا تین من مالیدہ وغیرہ ۱۲

نیازِ فاتحہ میں تخصیصِ طعام بھی غیر شرعی ہے

اور کھانے کا اس طرح سے خاص کرنا کہ حضرت عباسؓ کی فاتحہ صرف شیرمال اور کباب پر کرنا اور شاہ عبدالحق کی فاتحہ خاص حلوے پر کرنا، اس کے سوا کسی دوسرے کھانے پر نہ کرنا یہ محض نادانی ہے۔

تاریخ کی تخصیص بھی ایک بے اصل بات ہے

اور اسی طرح تاریخ کی قید ہے کہ فلاں بزرگ کی فاتحہ جس روز ہے بس اسی روز ہو۔ اور دوسرے دن درست نہ ہو۔ یہ بھی ایک بے اصل بات ہے۔ بلکہ جس بزرگ کی فاتحہ کرنی ہو جس روز چاہو کرو۔ اور کسی بھی کھانے پر کرو سب درست ہے۔ کھانے اور تاریخ کی تخصیص صرف ہندوستانیوں نے نکالی ہے۔ شریعتِ اسلام میں اس کی کہیں کچھ اصل نہیں۔

شریعت کے مطابق فاتحہ کا طریقہ

شریعت کے مطابق فاتحہ کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ کھانا پکوا کر محتاجوں اور غریبوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اور یوں کہا جائے الٰہی یہ کھانا تیری نذر ہے۔ اپنے کرم سے اس کا ثواب میری طرف سے پیغمبر علیہ السلام کی رُوح کو یا حضرت علیؓ کی رُوح کو یا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی روح کو یا میرے باپ دادا کی روح کو پہنچا دے۔

کھانے کا ثواب کچھ درود اور الحمد کے پڑھنے پر موقوف نہیں۔ کھانے کا ثواب علٰحدہ ہے۔ اور پڑھنے کا ثواب علٰحدہ۔ ہندوؤں کی طرح لیپنا پوتنا اور کھانے کے ساتھ پانی وغیرہ رکھنا نہایت بُرا ہے۔ بعض نادان کھانے کے ساتھ حُقّہ اور افیون بھی رکھ دیتے ہیں۔ کہ مُردے کی رُوح شاید کچھ کھاتی پیتی بھی ہو۔ یہ بالکل بے بنیاد باتیں ہیں۔ خدا کی پناہ! ناواقف لوگوں نے ہر بات میں ایسی واہی تباہی رسمیں نکالی ہیں کہ اسلام کی رونق بالکل جاتی رہی ہے۔

عقلِ انسانی ہی کافی ہوتی تو پیغمبروں کی ہدایت کی کیا ضرورت تھی

دین دار مسلمان کو لازم ہے کہ ہر ایک بات میں وہ رسم ہو یا عادت پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم معلوم کرنا چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بابت کیا فرمایا ہے۔ اور آپ کی ہدایت کیا ہے۔ اپنی ناقص عقل کو دخل نہ دینا چاہیئے کیوں کہ اگر صرف ہماری عقل کفایت کرتی تو اللہ تعالیٰ پیغمبر کو حلال، حرام بتانے کے واسطے کیوں بھیجتا ؏

# پانچویں فصل

## شرک کی برائی اور شرک کرنے کی سزا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤی اِثْمًا عَظِیْمًا۔ پ۵ (سورۃ نساء ۴ : ۴۸)

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

اللہ تعالیٰ یہ بات کبھی بخشنے والا نہیں کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے۔ ہاں اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں وہ جس کے لئے چاہے گا بخشدیگا اور جس نے خدا کا شریک مقرر کیا اس نے خدا پر بڑا بہتان باندھا۔

**فائدہ:-** حقیقت میں اس سے زیادہ کونسا گناہ ہے کہ جیسے خدا سے مراد مانگی جاتی ہے ویسے ہی اس کے بندوں سے بھی مانگی جائے۔ گویا آقا اور غلام کو برابر کر دیا۔ اور کاروبار میں شریک جانا۔

اس آیت سے معلوم ہوگیا کہ شرک سے توبہ کرنا سب پر مقدم ہے۔ کیونکہ اور گناہ اگرچہ کبیرہ ہوں لیکن ان میں بخشش کی امید ہے۔ اور شرک وہ گناہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ کبھی نہیں بخشیگا۔[۱] خدا کی پناہ جس کو اللہ نے نہ بخشا اس کا دوزخ کے سوا

---

[۱] یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اہل السنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ شرک وہ گناہ ہے جس کی بخشش نہیں۔ ہاں اگر شرک سے توبہ کرے تو وہ معاف ہو جاتا ہے۔ شرک بغیر توبہ کے اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا۔ کبیرہ گناہ البتہ توبہ سے بھی معاف کر دیتا ہے۔ اور کبائر سے وہ اپنے فضل سے (باقی بر صفحہ ۶۰)

## ٹھکانا کہاں؟

قَالَ النَّبِیُّ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰهِ وَاِنْ قُتِلْتَ اَوْحُرِّقْتَ لے

پیغمبر خداؐ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک نہ۔ اگرچہ کوئی تجھ کو قتل کرے یا جلادے

**فائدہ:۔** رسول اللہؐ کا یہ ارشاد اس لئے ہے کہ اگر ایمان باقی رہا تو قتل اور جلانے کی مصیبت تو گھڑی بھر کی ہے پھر تو گھر بہشت ہے۔ اور اگر معاذ اللہ اس نے شرک کیا تو خدا کے غضب میں گرفتار ہوا اور مشرک اگرچہ دنیا میں ساری عمر خوش رہے۔ لیکن آخر اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

اس گنہگار نے جب شرک کی برائی قرآن اور حدیث میں اس طرح پائی، اور ناواقف مسلمانوں کو اس میں مبتلا دیکھا دل کو بہت دکھ اور بڑا افسوس ہوا۔ بس اس واسطے اس رسالہ کو اردو زبان میں سہل اور آسان کر کے لکھا۔ اور مزید وضاحت کے لئے ہر آیت اور حدیث کا ترجمہ اردو محاورہ کے مطابق کر دیا تاکہ ہر ایک کی سمجھ میں آجائے اور سب کو فائدہ پہنچے۔ اس میں کچھ اظہارِ قابلیت منظور نہیں۔ اہلِ علم سے امید ہے کہ ہماری اردو پر نکتہ چینی نہ کریں گے۔ اور ہمارے مقصد کو پیشِ نظر رکھیں گے۔

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹) جس کے چاہتا ہے درگزر فرمالیتا ہے۔ آیت مذکورۂ بالا انہی لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ جو شرک سے توبہ نہیں کرتے ہیں ۱۲

لے سنن ابن ماجہ مع حاشیۃ السندی طبع اولیٰ مصطفےٰ البابی الحلبی مصر، ج ۲ ص ۳۹۴۔ مگر اس حدیث میں قُتِلْتَ کی جگہ قُطِّعْتَ ہے ۱۲ چشتی

# خاتمہ

## اس میں تین ۳ فائدے ہیں!

پہلا فائدہ | اس زمانے کے لوگ شرک کے بارے میں جو شبہے اور سوالات کرتے ہیں۔ ان کے جوابات اس رسالے میں مفصل بیان ہو چکے۔ اگر عقلمند انسان ان کو خوب اچھی طرح سمجھ لے گا تو اور سوالات کے جوابات بھی آسانی سے دے سکے گا۔ یہاں دو ۲ قاعدے اور بھی یاد رکھنے کے قابل ہیں:-

پہلا قاعدہ:- یہ ہے کہ جب تک حدیث کی سند معلوم نہ ہو کہ یہ حدیث محدثین کی کس کتاب میں ہے اس وقت تک اس کا ماننا ضروری نہیں کیونکہ بہت سی واہی تباہی حدیثیں متأخرین کی کتابوں میں یکجا جمع ہو گئی ہیں، جن کا علماء محدثین کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں۔ اور اسی طرح جس حدیث کا مطلب قرآن شریف کے خلاف ہو اس کو بھی غلط سمجھنا چاہیے۔ حدیثیں چونکہ بکثرت ہیں لہٰذا جو حدیث تعلیمات شرع کے مطابق ہو اس کو ماننا اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ یہ بات مثال سے اچھی طرح سمجھی جا سکتی ہے۔ مثلاً ہم کو قرآن شریف سے معلوم ہو چکا کہ خود پیغمبر علیہ السلام کو اپنی جان کے نفع و ضرر کا کچھ اختیار نہیں تھا اب اگر کوئی حدیث اس مضمون کی پیش کرے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز

کا اختیار ہے جو چاہیں سو کریں۔ تو ہم اس کو ہرگز نہ مانیں گے۔

دوسرا قاعدہ[1]: مسلمانوں کو اپنا اعتقاد قرآن اور حدیث کی تعلیمات کے مطابق رکھنا چاہیئے۔ اور بے سند باتوں پر یقین نہیں کرنا چاہیے۔ بہت سے لوگوں کا اعتقاد اسی سبب سے بگڑا ہے۔ کہ انھوں نے محض قصّوں اور بے سند باتوں پر یقین کرلیا ہے۔ کہ فلاں بزرگ سے ایسا ہوا ہے اور فلاں پیر صاحب نے ایسا کیا ہے۔

**اولیاء کی کرامات حق ہیں** | افسوس اس مسلمان پر جس نے قرآن کی تعلیمات کو فراموش کردیا اور واہی تباہی قصّوں اور کہانیوں پر اعتقاد جمالیا۔ اس سے اولیاء کی کرامات کا انکار مقصود نہیں۔ اولیاء کی کرامات حق ہیں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کبھی اولیاء کے ہاتھ سے کرامت ظاہر کرادیتا ہے جس سے ان کی بزرگی اور تعظیم ظاہر ہوجاتی ہے۔ لیکن ایسا ہر وقت نہیں ہوتا اور نہ ہر وقت ایسا کرنے پر وہ اختیار رکھتے ہیں کہ جس چیز کو جس وقت چاہیں کردیں۔ لہٰذا جب ان کو اختیار کلی نہ ہوا تو ان سے حاجت مانگنا محض نادانی نہیں تو اور کیا ہے۔ بارگاہِ الٰہی میں ان سے دعاء کرانے کو کوئی نہیں روکتا۔ جب قرآن شریف سے ثابت ہوچکا کہ خدا کے سوا کسی کو حاجت برآری کی قدرت نہیں۔ اب کوئی کچھ بھی کہتا رہے اور کتنی ہی باتیں ملاتے اس پر دھیان نہ دینا چاہیئے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون ہے جس کی بات پر ہم یقین کرسکیں۔

**نصیحت[1]** | جو مسلمان اس رسالہ کو دیکھیں ان کی خدمت میں سلام کے بعد اتنا عرض

---

[1] ہمارے پیش نظر نسخہ (مطبوعہ احمدی امروجان) میں اس مقام پر عنوان "دوسرا فائدہ" چھپا ہے۔ مگر قدیم نسخوں میں اس مقام پر "نصیحت" کا عنوان مذکور ہے ہم نے بھی نصیحت ہی کا عنوان اختیار کیا کہ یہ عنوان کتاب کے نام سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے ۱۲

ہے کہ اس زمانے کے مسلمان مرد اور عورتوں کو اس کتاب کا سُنانا اور ان کے آگے محبت اور نرمی سے پڑھنا اپنے اوپر ضروری اور لازمی سمجھیں۔ اکثر لوگ ناخواندگی کی وجہ سے مجبور ہیں۔ اگر آہستہ آہستہ سمجھایا جائے گا تو امید ہے کہ لوگ توحید کو سمجھ جائیں گے اور شرک سے توبہ کر لیں گے۔

دیکھو! اگر تمھارے سامنے تمھارا بیٹا یا کوئی دوست ناواقفی سے زہر کھانے لگے تو تم اس کو زہر نہیں کھانے دو گے۔ کیونکہ تم کو یقین ہے کہ اس نے زہر کھایا اور مرا۔ پس اسی طرح سے شرک کو سمجھو کہ اس کے کرنے سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ اور یہ ایسا گناہ ہے کہ جس کو خدا معاف نہیں کرتا۔ تو جیسے تم زہر کھانے سے اپنے دوستوں کو بچاتے ہو ویسے ہی شرک سے بھی بچاؤ۔ اور جس طرح ہو سکے ان بھولے بھٹکے لوگوں کو راہ پر لاؤ، اس کا ثواب تم کو تمھارے روزے نماز سے بھی زیادہ ملے گا۔

| | |
|---|---|
| قَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهٗ اَجْرُ مِثْلِ فَاعِلِهٖ[1] | پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جو نیک راہ بتلائیگا اسکو اس کے کرنے والے کے برابر ثواب ملیگا۔ |

یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ مدّت سے لوگوں کی عادت بگڑ گئی ہے وہ کہاں مانیں گے۔ کیوں کہ اس عاجز نے بارہا آزمایا ہے کہ سمجھانے کے بعد اگر سب نہیں سمجھتے تو دس پانچ تو ضرور ہی سمجھ جاتے ہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ دس کو خوب سمجھایا جائے اور ان میں سے دو چار بھی نہ سمجھیں۔

اس زمانہ میں بہت سے عالم فاضل بھی اس خیال سے نہیں کہتے ہیں کہ

---

[1] جامع الترمذی بشرح الامام ابن العربی طبعۃ الاولی مطبعۃ الصاوی مصر ۱۳۵۳ھ ۱۹۳۴ء ج۱۰ ص ۱۴۱

لوگ ضد کریں گے اور نہ مانیں گے۔ لیکن یہ بات بہتر نہیں۔ اگر عالم فاضل ہی نیک و بد کو نہ سمجھاتے رہیں گے تو جاہل بالکل دین کو تباہ کر دیں گے۔ البتہ ایسا ضرور ہی کہ شرک کے منع کرنے سے بعض ضدی طبیعت انسان اور اکثر جاہل پیرزادے جنھوں نے ریوڑی، کھٹیاں اور جھنڈے نشانوں کو اپنی روزی قرار دے رکھا ہے وہ کبھی خوش نہ ہوں گے۔ بلکہ غصہ سے آنکھیں نیلی پیلی کریں گے۔ لیکن حق پرست مسلمانوں کو اس خیال سے چُپ رہنا لائق نہیں۔ اپنا اللہ راضی رہنا چاہیے۔ یہ لوگ خوش ہوں تو کیا اور ناخوش ہوں تو کیا۔

تیسرا فائدہ ہر چند شرک نثر میں مفصل بیان ہو چکا لیکن تھوڑا سا مطلب نظم میں بیان کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کیوں کہ نظم بہت جلد یاد ہو جاتی ہے۔ خصوصاً لڑکوں کو یاد کرانے کے واسطے بہت خوب ہے۔ تاکہ لڑکپن سے عقیدہ خوب صاف ہو جائے۔ اور شرک کی بُرائی دل میں اچھی طرح بیٹھ جائے ؛

## نظم

خدا فرما چکا قرآں کے اندر — مرے محتاج ہیں پیرو پیمبر

نہیں طاقت سوا میرے کسی میں — کہ کام آوے تمھارے بیکسی میں

جو خود محتاج ہووے دوسرے کا — بھلا اس سے مدد کا مانگنا کیا!

خدا سے اور بزرگوں سے بھی کہنا — یہی ہے شرک یارو اس سے بچنا

خبر قرآں میں ہے یہ محقق — نہ بخشے گا خدا مشرک کو مطلق

معاذاللہ جسے اس نے نہ بخشا — مقرر وہ جہنم میں پڑے گا

اگر قرآن کو سچ جانتے ہو — تو پھر منّتیں کیوں مانتے ہو

تمھیں یہ طورِ بد کس نے سکھایا؟ — محمدؐ نے کہاں ہے یہ بتایا؟

ہے شیطاں دشمنِ اولادِ آدم — سکھاتا ہے وہی راہِ جہنم

کسی کو بُت پرستی ہے سکھاتا — کسی کو ہے وہ قبروں پر جھکاتا

غرض اللہ سے دونوں کو روکا — بھُلا کر راہ، جا خندق میں جھونکا

مسلمانو! ذرا سوچو تو دل میں — پھنسے ہو کس طرح تم آب و گِل میں

بہت غفلت میں سوئے اب تو جاگو — خدا کے ہوتے بندوں سے نہ مانگو

وہ مالک ہے سب آگے اس کے لاچار — نہیں ہے کوئی اس کے گھر کا مختار

وہ کیا ہے جو نہیں ہوتا خدا سے — جسے تم مانگتے ہو اولیا سے

بیانِ شرک سُن کہتے ہیں مردک — کہ منکر ہے بزرگوں سے بلا شک

ارے لوگو! زباں اپنی کو روکو — بزرگوں سے نہیں انکار ہم کو

خدا لعنت کرے اس روسیہ پر — کہ جس کے دل میں ہے بُغضِ پیمبر

جسے ہو بُغضِ آلِ مصطفیٰ کا، — خدا اس کو کرے دوزخ کا کُندا

جسے اصحابِ حضرت سے ہو انکار — رہے ہر دم خدا کی اس پہ پھٹکار

جسے کچھ بغض ہو وے اولیا سے — ہمیشہ ابرِ لعنت اس پہ برسے

اب اتنا اور بھی سن رکھیے حضرت — جو حق پر نہ چلے اس پر بھی لعنت

ہمارا کام سمجھانا ہے یارو! — اب آگے چاہو تم مانو نہ مانو

تو اپنے حال میں کچھ سوچ خرّم
زباں اب بند کر، واللہ اعلم

# مُسَدّس

## از مولانا حکیم عبدالودود نسرین براشعار مولانا خرم علی خرم

تجھے اے بوالہوس! کیا ہو گیا ہے
ولی سے گھر نبی سے التجا ہے
بھٹ کیوں دربدر تو پھر رہا ہے
نہیں کیا اب تلک تو نے سنا ہے
"خدا فرما چکا قرآں کے اندر
مرے محتاج ہیں پیر و پیمبر"

وہی دے جس کو چاہے عزت و جاہ
کرے چاہے جسے خوار و ذلیل آہ
مصیبت میں اسی سے تو مدد چاہ
نہ گمراہوں کی صورت ہو تو گمراہ
"نہیں طاقت سوا میرے کسی میں
کہ کام آوے تمہارے بیکسی میں"

پڑے ہیں فہم پر تیرے ہی تو پتھر
جو نا حق مانگتا پھرتا ہے دردر
ولی اور غوث اور سارے پیمبر
بلاشک جان، ہیں محتاجِ دادر
"جو خود محتاج ہووے دوسرے کا
بھلا اُس سے مدد کا مانگنا کیا"

تجھے شیطاں نے بہکایا ہے اے خام
کرے ہے بت پرستوں پر جو تو الزام
ولی کی قبر پوجے ہے صبح و شام
اُسے تو جانتا ہے ابد اسلام

"خدا سے اور بزرگوں سے بھی کہنا
یہی ہے شرک یارو اس سے بچنا"

غضب ہے، بعضے ملحد جان کر بھی
کیا کرتے ہیں اس سے چشم پوشی
سزائے شرک کو سمجھے ہیں ہلکی
ولے یہ یاد رکھیں، خوب وہ بھی

"خبر قرآن میں ہے یہ محقق
نہ بخشے گا خدا شرک کو مطلق"

محمد مصطفےٰ عالم کے سردار
شفیع امتان معصیت کار
بروز حشر ہوں گے اس سے بیزار
نہ بخشے گا خداوند اس کو زنہار

"معاذ اللہ! جسے اس نے نہ بخشا
مقرر وہ جہنم میں پڑے گا"

نہیں اصلا تمہارے دل میں ایماں
عبث کہلاتے ہو صاحب مسلماں
تمہارا دعویِ ایماں ہے بہتاں
سمجھتے ہی نہیں کیا شے ہے ایماں

"اگر قرآن کو سچ مانتے ہو
تو پھر تم منتیں کیوں مانتے ہو"

کبھی ہو مانتے منت نبیؐ کی
گہے حسنینؓ کی، گاہے علیؓ کی
گہے پیروں کی اور گاہے ولی کی
گہے سدو جی، شیطاں کے وصی کی

"تمہیں یہ طورِ بد کس نے سکھایا
محمدؐ نے کہاں یہ کہہ بتایا"

نہیں رستہ یہ ہرگز مصطفیٰ کا — نہ اصحابِ کرام باصفا کا
نہ اہلِ اجتہادِ پارسا کا — مطیعانِ طریقِ مجتبیٰ کا
"ہے شیطاں دشمنِ اولادِ آدم
سکھاتا ہے وہی راہِ جہنم"
ہمیشہ درپئے مکر و دغا ہے — جہاں بہکے، یہ اس کا مدعا ہے
کوئی کب دام سے اس کے بچا ہے — جہاں کو درہم و برہم کیا ہے
"کسی کو بت پرستی ہے سکھاتا
کسی کو ہے وہ قبروں پر جھکاتا"
سجھائی کافروں کو بت کی تکریم — کرائی پتھروں کی اُن سے تعظیم
مسلمانوں کو دیکھا اس سے پرہیز — انھیں قبروں کی کی ظالم نے تعلیم
"غرض اللہ سے دونوں کو روکا
بھلا کر راہِ حق خندق میں جھونکا"
تمھارے قول و فعل، اللہ اکبر — مشابہ کافروں کے ہو گئے پر
خیال اتنا نہیں تم کو برادر — کہ اس سے کر گئے ہیں منع سرورؐ
"مسلمانو! ذرا سوچو تو دل میں
پھنسے ہو کس طرح تم آب و گل میں"
ہمیشہ قبر کو پوجا کئے یار — خدا کو بھول بیٹھے دل سے اک بار
پکارا اولیاء کو دن میں سو بار — لیا نامِ خدا منہ سے نہ زنہار

بہت غفلت میں سوئے اب تو جاگو
خدا کے ہوتے بندوں سے نہ مانگو"

نہیں یہ تاب یہ طاقت کسی کی — تجھے نفع و ضرر پہنچا دے کچھ بھی
جو وہ چاہے وہی ہوتا ہے یعنی — نہیں ہے یہ جگہ دم مارنے کی

"وہ مالک ہے سب آگے اس کے لاچار
نہیں ہے کوئی، اس کے گھر کا مختار"

خدا سا کون ہے مُعطی توانا — ہر اک بندے کی امیدوں کا دانا
میاں جی ہو گیا ہے تو دِوانا — سمجھ کیا ہو گئی تیری روانا

"وہ کیا ہے جو نہیں ہوتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اولیا سے"

عجائب جہل ہے عالم میں پھیلا — جو مانیں حق کو حق، سو بات ہے کیا
جو سمجھا دیں اُسے سیدھا، تو اُلٹا — سمجھتے ہیں کہاں ایسوں سے مولا

"بیانِ شرک سُن کہتے ہیں مردک
کہ منکر ہیں بزرگوں سے بلاشک"

بتاتا ہے کوئی منکر نبیؐ سے — کوئی حسنینؓ سے کوئی علیؓ سے
کوئی بکتا پھرے ہے بیخودی سے — اجی صاحب یہ منکر ہیں ولی سے

"ارے لوگو! زباں اپنی کو روکو
بزرگوں سے نہیں انکار ہم کو"

ہمیں انکار گر ہوتا نبیؐ کا
تو پھر کیوں چلتے ہم ان کا طریقہ

مسلماں ہی نہ کہلاتے ہم اصلا
دے اپنا تو ہے یہ قول اس جا

"خدا لعنت کرے اس روسیہ پر
کہ جس کے دل میں ہو بغضِ پیمبرؐ"

جو ہوتے دشمنِ آلِ پیمبرؐ
تو تیری طرح ہم بھی شاد ہو کر

محرم کو مناتے عید کر کر
نہ لاتے یہ سخن ہرگز زباں پر

"جسے ہو بغضِ آلِ مصطفیٰؐ کا
خدا اس کو کرے دوزخ کا کندا"

برا اگر جانتے حضرت علیؓ کو
تو یہ کیوں کہتے ہم پھر خارجی کو

خدارا جہل پر اتنا نہ پھولو
ذرا یہ قولِ مولانا تو سن لو

"جسے اصحابِ حضرت سے ہو انکار
رہے ہر دم خدا کی اس پہ پھٹکار"

خدایا مشرکوں کو کر دے تو خوار
نہ جوڑیں تہمتیں تا اپنی نہار

نہیں ہے اولیا سے ہم کو انکار
رکھے حق دور ہم کو اس سے سو بار

"جسے کچھ بغض ہووے اولیا سے
ہمیشہ ابرِ لعنت اس پہ برسے"

جو بدلے معنیِ آیاتِ محکم
دیا مانے نہ قولِ فخرِ آدمؐ

دیا رتبہ نبی کا سمجھے کچھ کم
دکھا دے تو اسے نارِ جہنم

"اب اتنا اور بھی سُن رکھیئے حضرت
جو حق پر نا چلے اس پر بھی لعنت"

نصیحت کرتے کرتے ہم گئے ہار — اثر ہوتا نہیں پر تم کو زنہار
یہ پھر کہتے ہیں ہم تم سے بہ تکرار — خدارا چھوڑ و رسمِ شرکِ کفار

"ہمارا کام سمجھانا ہے یارو!
اب آگے چاہو تم مانو نہ مانو"

اگر مانو تمھیں کو بہتری ہے — نہ مانو گے تو پھر جا گہ وہی ہے
تمہیں نسرین کسی کی کیا پڑی ہے — یہاں خود اپنے سر پر آ بنی ہے

"تو اپنے حال میں کچھ سوچ خرم
زباں اب بند کر، واللہ اعلم"



کتبہ سید ارشاد حسین